بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز (۲)

# جرم کا راستہ

اشتیاق احمد

نام ناول ـــــــ مجرم کا راستہ

بار اول ـــــــ یکم مارچ ۱۹۸۵ء

طابع ـــــــ اشتیاق احمد

کتابت ـــــــ محمد سعید [illegible]

آرٹسٹ ـــــــ محمد جاوید چغتائی، لاہور

مطبع ـــــــ زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

طباعت سرورق ـــــــ پریم پرنٹرز، لاہور

قیمت ـــــــ [illegible]

سالانہ چندہ ـــــــ [illegible] روپے

اشتیاق پبلی کیشنز، راجپوت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور


## حدیث شریف

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ جو سنے، اُسے بلا تحقیق بیان کر دے۔

(مشکوٰۃ)

**ناول پڑھنے سے پہلے،**
**یہ دیکھ لیں کہ**

- یہ وقت نماز کا تو نہیں؟
- آپ کو اسکول کالج کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔ کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں؟
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا؟

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی بات ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

مخلص،
اشتیاق احمد

## دو باتیں

السلام علیکم — اس مرتبہ دو باتوں کا آغاز السلام علیکم سے کر رہا ہوں — آئندہ بھی شروع میں السلام علیکم ضرور کیا کریں گے، کیونکہ اکثر پڑھنے والوں کا اعتراض تھا کہ آپ دو باتوں سے پہلے السلام علیکم نہیں لکھتے — اعتراض بہت معقول اور باوزن تھا — اس لیے سر جھکانا پڑا، امید ہے، آپ بھی جواب میں خوشی محسوس کرتے ہوئے، وعلیکم السلام ضرور کہیں گے — اور اگر اوپر پڑھ کر خیال نہیں رہا تو اب کہہ دیجیے — کوئی بات نہیں —

اور ہاں، یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، یہ جرم کا راستہ ہے، لہٰذا بچ جائیے اس سے — یہ مطلب نہیں کہ ناول ہی نہ پڑھیں — بلکہ نہیں، ناول پڑھ کر جرم کے راستے سے بچنے کی کوشش کریں — یہی آرزو ہے —

خاص نمبر کی ڈاک کا ڈھیر دم نہیں لینے دے رہا، اس لیے اس مرتبہ انصد رنگ و خوشبو دو باتوں پر گزارا کریں — ویسے بعض اوقات رنگ و خوشبو بھی مزا دیتی ہے — جیسے یہ ناول آپ کو دے گا — اگرچہ یہ رنگ و خوشبو نہیں — تو ناول ہے۔

اشتیاق احمد

## ارے مگر ....

"اف خدا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

ہال میں ایک آواز گونجی — سب لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے، یہ جاننے کے لیے کہ آواز کس کی تھی اور اس نے کیا دیکھ لیا تھا، ان سب لوگوں میں انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ بھی تھے — انھوں نے بھی اس جملے کو حیرت زدہ انداز میں سنا یا سن کر حیرت زدہ رہ گئے، کیونکہ یہ جملہ عام طور پر وہ بھی ادا کرتے رہتے تھے۔

"یہ کون صاحب بولے تھے، سمجھ میں نہیں آیا، انھوں نے ہال میں ایسی کیا چیز دیکھ لی ہے، جب کہ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں" میزبان کی آواز گونج اٹھی۔

اس وقت یہ سب لوگ خان عطا کے ہاں موجود تھے — آج خان عطا نے اپنے تمام دوستوں کو آخری دعوت دی تھی — آخری اس لیے کہ وہ ملک چھوڑ کر جا رہے تھے — جس ملک میں انھوں نے ہوش سنبھالا تھا، اس ملک کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہے تھے، انھوں نے

اشارہ میں ایک ہوٹل بنا لیا تھا اور باقی ماندہ زندگی وہیں گزارنے کا
فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ پورے گھرانے کے ساتھ جا رہے تھے، لہذا
جانے سے پہلے انھوں نے سوچا، اپنے دوستوں کو الوداعی پارٹی دے
دیں گے، چنانچہ اسی سلسلے میں آج دعوت دی گئی تھی —
تھوڑی دیر پہلے سب لوگ باغ میں جمع تھے۔ آپس میں باتوں کا
سلسلہ زور شور سے جاری تھا کہ کھانے کا گھنٹا بجایا گیا۔ کھانے کا
انتظام چونکہ کوٹھی کے بڑے کمرے میں کیا گیا تھا، جسے خان عطا نے
ہال کا نام دیا تھا، اس لیے سب لوگوں کو باغ سے اُٹھ کر ہال
میں آنا پڑا۔ ابھی سب لوگ اندر آ کر بیٹھ بھی نہیں پائے تھے کہ کسی
نے وہ جملہ کہا۔ انسپکٹر جمشید بھی چونکہ خان عطا کے دوستوں میں
شامل تھے، اس لیے انھیں بھی دعوت دی گئی تھی، وہ ان دنوں
کسی کیس میں اُلجھے ہوئے نہیں تھے، اسی لیے چلے آئے تھے۔ بیگم
جمشید البتہ نہیں آئی تھیں، انھیں اس قسم کی دعوتوں سے وحشت
سی ہوتی تھی۔

"یہ — یہ میں بولا تھا" پھر وہی آواز اُبھری۔
اب سب کی نظریں بولنے والے پر جم گئیں — انھوں نے دیکھا،
وہ ایک نوجوان آدمی تھا، آنکھوں پر سنہری فریم کی عینک تھی، اس
کا رنگ صاف ستھرا اور قد مناسب تھا — بڑی بڑی سیاہ آنکھیں،
گول چہرہ، متناسب ناک — غرض وہ بہت بھلا لگ رہا تھا۔ انھوں



نے دیکھا، اس کی آنکھوں میں حیرت کا ایک سمندر موجیں مار رہا
تھا —
"آپ بولے تھے، لیکن آپ ہیں کون — میں تو آپ کو جانتا
بھی نہیں — آپ دعوت میں کیسے چلے آئے" خان عطا نے ناخوشگوار
لہجے میں کہا۔
"م — میرے پاس کارڈ موجود ہے" اس نے جواب دیا۔
"کارڈ موجود ہے، لیکن کس نام کا؟"
"یہ دیکھیے" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور کوٹ کی جیب میں
سے دعوتی کارڈ نکال کر خان عطا کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے
کارڈ لے کر پڑھا اور چونک کر بولے:
"ارے! یہ کارڈ تو میرے دوست شاکر نعیمی کا ہے — آپ کے
پاس کس طرح آیا — اور ہاں — شاکر نعیمی تو دعوت میں آئے ہی
نہیں — یہ بات تو مجھے ابھی ابھی یاد آئی ہے۔"
"مجھے یہ کارڈ میرے دوست جواد علی نے دیا تھا۔"
"جواد علی — میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔ اور ہاں،
یہ ہو سکتا ہے کہ جواد علی نام کا کوئی شخص میرے دوست شاکر
نعیمی کا دوست ہو۔ ان کا یہاں آنے کا پروگرام کسی وجہ سے
نہ بن سکا ہو اور انھوں نے اپنا کارڈ جواد علی کو دے دیا ہو۔
جواد علی کا پروگرام بھی نہ بن سکا اور انھوں نے کارڈ آپ کو دے

دیا۔" خان علا جلدی جلدی بولے۔

"یہ تو بہت لمبا چکر چل گیا جناب" فاروق بول اٹھا۔

بہت سی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں، پھر ہٹ کر اس نوجوان پر جم گئیں:

"ہاں تو آپ کا نام کیا ہے" خان علا بولے۔

"میرا نام ماجد انصاری ہے" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہم لوگ کارڈ کے چکر میں پڑ گئے۔ اگرچہ یہ چکر بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے، لیکن اس سے پہلے ہمیں ان سے یہ معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ انھیں یہاں کیا نظر آیا ہے" انسپکٹر جمشید نے گویا یاد دلایا۔

"اوہ ہاں۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے"

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ہمیں عنقریب کوئی کیس ملنے والا ہے" فاروق بڑبڑایا۔

"کیا کہا آپ نے" خان علا نے چونک کر پوچھا۔

"جی۔ جی کچھ نہیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیے" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"ہاں تو جناب ماجد انصاری صاحب۔ پہلے تو یہ بتا دیں کہ آپ کو اس کمرے میں کیا عجیب چیز نظر آئی ہے؟"

"یہ۔ یہ تصویر۔ جو آتش دان پر رکھی ہے"

سب لوگوں کی نظریں ایک ساتھ آتش دان کی طرف اٹھ گئیں۔



اور پھر ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔ آتش دان پر اسی نوجوان کی ایک فریم شدہ تصویر رکھی تھی، تصویر میں وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ۔ یہ تصویر یہاں کہاں سے آ گئی" خان علا نے حیران ہو کر کہا۔

"اسی بات پر تو مجھے حیرت ہے، میری تصویر کا یہاں کیا کام، میں تو زندگی میں پہلی بار یہاں آیا ہوں۔ آپ کو پہلی بار دیکھا ہے، اور آپ نے بھی مجھے پہلی بار دیکھا ہے۔ پھر میری تصویر یہاں کیسے پہنچ گئی۔ اور۔ اور اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ کہ۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بج گئی۔ خان علا فون کی طرف مڑ گئے اور ریسیور اٹھا کر بولے:

"ہیلو! خان علا بول رہا ہوں" یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگے، ان کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے، پھر انھوں نے جلدی جلدی کہا:

"نہیں نہیں۔ آپ کو فوراً آنا چاہیے۔ بس میں بھی انتظار کروں گا"

یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا اور سب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے:

"فون میرے دوست شاکر نیمی کا تھا، انھوں نے بتایا کہ چونکہ ان کا کارڈ کہیں گر گیا ہے، اس لیے وہ دعوت میں شریک نہیں

ہو گئے۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ نہیں، انھیں دعوت میں آنا چاہیے، تو ان کا کارڈ کہیں گر گیا تھا۔ گرا ہوا کارڈ ماجد صاحب کے دوست جبار علی کو مل گیا، انھوں نے کارڈ انھیں دے دیا۔ اور یہ دعوت میں آ گئے۔ خیر۔ یہ تو پھر ہو گیا۔ اب تو یہ آ ہی گئے، لیکن سوال یہ ہے کہ ان کی تصویر یہاں کیسے آ گئی۔"

"اس سے بھی زیادہ حیران کن بات ایک اور ہے۔" ماجد انصاری نے ہچکچاتی آواز میں کہا۔

"اس سے بھی زیادہ عجیب بات۔ کمال ہے، اس سے بھی زیادہ حیران کن بات اس وقت اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"میں نے اپنی زندگی میں آج تک کوئی تصویر نہیں کھنچوائی۔"

"کیا کہا۔ زندگی میں کوئی تصویر نہیں کھنچوائی۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں! میں نے کبھی تصویر نہیں کھنچوائی، اس میں ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں ہے۔ بلکہ میں تو اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ جس لباس میں یہ تصویر کھنچوائی گئی ہے۔ میں نے یہ یا اس قسم کا لباس بھی کبھی نہیں پہنا۔ میں ہمیشہ قمیض شلوار پہنتا ہوں۔ اور سردیوں میں ان کے اوپر جیکٹ ڈالی۔ جب کہ یہ تصویر کوٹ پتلون پہن کر کھنچوائی گئی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ تصویر میری ہی ہے۔ اسی لیے میں نے کہا تھا۔ اُف خدا۔ یہ



میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر آپ نے ٹھیک ہی کہا تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کیا سمجھیں۔" فاروق شوخ آواز میں بولا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، میں تو خود حیران ہوں۔ یہ کیا چکر ہے؟"

"کیا خیال ہے ابا جان۔ کود پڑیں میدان میں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں! کودنا ہی ہوگا، کیونکہ چکر کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔" انھوں نے مسکرا کر کہا، اور آگے آ گئے، ان کی آواز ہال میں گونج اٹھی:

"معاملہ عجیب بھی ہے اور دلچسپ بھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس میں پڑ کر دعوت کو خراب کر دیں۔ پہلے ہمیں کھانا کھا لینا چاہیے، اس سلسلے میں بعد میں بات کر لیں گے۔"

"یہ۔ یہ ٹھیک رہے گا۔" خان عطا جلدی سے بولے۔

"شکریہ خان عطا۔ محمود، فاروق، فرزانہ۔ تم تینوں آتش دان کے پاس رہو گے۔ کوئی صاحب اس تصویر کو چھونے کی کوشش نہ کریں۔"

"کیوں جناب۔ کیا چھونے سے یہ میلی ہو جائے گی۔" ایک مہمان نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں! اس تصویر کو جس کسی نے بھی یہاں لا کر رکھا ہے، فریم پر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور ہوں گے، لیکن اگر یہاں مہمانوں میں سے کسی نے اسے چھو لیا تو پھر فیصلہ نہیں کیا جا سکے گا۔"

"اوہ ہاں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ آپ جاسوس ہیں نا۔ اس لیے ایسی باتیں سوچ سکتے ہیں۔" اس نے جلدی سے کہا اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ انسپکٹر جمشید نے فنگر پرنٹ سیکشن کو فون کیا۔

آخر کھانا شروع ہوا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ اپنی پلیٹیں آتش دان کے پاس لے آئے تھے۔

"کیوں بھئی۔ کیا خیال ہے اس چکر کے بارے میں؟" محمود بولا۔

"چکر عجیب سا ضرور ہے۔ تاہم غریب نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی، عجیب سا ضرور ہے، غریب نہیں۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ چکر خوفناک نہیں، دلچسپ ضرور ہے۔"

"ماجد انصاری کا کہنا یہ ہے کہ اس نے یہ تصویر نہیں کھنچوائی اور یہ لباس تو اس نے کبھی پہنا ہی نہیں۔ پھر تصویر کہاں سے آ گئی، دوسرے یہ کہ اسے اس دعوت میں نہیں بلایا گیا تھا۔ وہ کسی اور کے کارڈ کے ذریعے یہاں آیا۔ یہ بھی کچھ کم عجیب چکر نہیں۔ خان عطا کے دوست شاکر نعیمی کا کارڈ گر گیا تھا۔ یہ کارڈ جہاد علی نامی آدمی کو مل گیا اور اس نے کارڈ اپنے دوست ماجد انصاری کو دے دیا، ماجد انصاری دعوت میں آ گیا۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ اس پر ہمیں غور کرنا ہو گا۔" محمود جلدی جلدی کہہ گیا۔

"جہاں تک غور کرنے کا تعلق ہے۔ تو صرف غور کرنے سے



معاملہ نہیں سلجھے گا۔ کچھ عملی کام بھی کرنا ہو گا۔" فرزانہ کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ عین اسی وقت کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ خان عطا نے چونک کر اپنے ایک ملازم سے کہا:

"رحیم۔ دیکھو شاید شاکر نعیمی آئے ہیں۔"

"جی بہتر۔" ملازم نے کہا اور ہال سے نکل گیا۔ ایک منٹ بعد ہی وہ ایک لمبے قد کے ادھیڑ عمر کے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"آئیے نعیمی صاحب۔ بھئی اگر کارڈ گم ہو گیا تھا تو کیا ہوا۔ آپ تو میرے قریبی دوست ہیں، کارڈ کے بغیر آ جاتے تو کیا حرج تھا۔ کیا آپ کو کوئی واپس لوٹا دیتا۔" خان عطا نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ کچھ عجیب سا لگا کہ کارڈ مجھے بھیجا گیا ہو اور پھر بھی میں کارڈ کے بغیر جاؤں۔ اس سے یہ مطلب بھی تو نکالا جا سکتا تھا کہ میں نے جان بوجھ کر اپنا کارڈ کسی کو دے دیا اور خود بغیر کارڈ کے چلا آیا۔" شاکر نعیمی نے جواب دیا۔

"ارے توبہ۔ بھلا کوئی آپ کے بارے میں ایسا کیوں خیال کرتا۔ آپ کہاں کی گھڑ رہے ہیں۔" خان عطا نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ آپ کے کہنے پر آ تو گیا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

"خیر۔ آئیے۔ کھانے میں شریک ہو جائیے۔"

وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ ایسے میں فرزانہ کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

"کیا بات ہے فرزانہ، خیر تو ہے؟"

"ہاں بالکل۔ خوشبو بہت پیاری آ رہی ہے۔ جی چاہتا ہے ساری اپنے پھیپھڑوں میں بھر لوں۔"

"ابھی تھوڑی دیر میں فنگر پرنٹ کا عملہ آ جائے گا اور اس تصویر پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے جائیں گے۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہو گا ہی۔ ابا جان نے فنگر پرنٹ کے عملے کو فون جو کیا ہے۔ کیا تمہیں خوشبو کا ذکر پسند نہیں آیا۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"ارے۔ وہ۔ وہ کہاں گیا۔" محمود چونک اٹھا۔ آنکھوں میں خوف کے آثار پھیل گئے۔

"کون وہ۔ وہ کا کوئی نام بھی تو ہو گا۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"بھئی وہ۔ یعنی کہ ماجد انصاری۔" محمود نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"ماجد انصاری۔ وہی نوجوان۔ یہیں کہیں ہو گا۔" فرزانہ نے چاروں



طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں نظر آ جائے تو ذرا مجھے بھی دکھا دینا۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

انھوں نے ایک ایک مہمان کے چہرے کو دیکھنا شروع کیا، آخر محمود نے کہا:

"واقعی۔ ماجد انصاری تو مہمانوں میں نہیں ہے۔"

"تب پھر ہمیں غیر محسوس طور پر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں، بات تو ٹھیک ہے۔ آؤ۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"واہ۔ کتنی اچھی ترکیب ہے۔ آؤ۔" فرزانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"ابا جان کا حکم بھول گئے۔ ہم میں سے ایک کو تصویر پر بھی نظر رکھنی ہو گی، گویا صرف ہم دو ماجد کی تلاش میں جا سکتے ہیں۔"

"تو پھر ہم دونوں جا رہے ہیں، تم یہیں ٹھہرو۔" محمود بولا۔

"اچھی بات ہے، لیکن پوری احتیاط کرنا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اس کی تلاش میں ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"اچھا۔ اب اپنی نصیحتوں کا دفتر بند کرو۔ ہم جا رہے ہیں۔" محمود برا سا منہ بنا کر بولا۔

دونوں آہستہ آہستہ ہال کے دروازے کی طرف کھسکنے لگے۔ مہمان ہاتھوں میں پلیٹیں لیے اِدھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ ایسے میں ان کی طرف کون توجہ دیتا۔ آخر وہ ہال سے باہر نکل آئے۔ ہاتھوں میں خالی پلیٹیں برآمدے میں دیوار کے ساتھ رکھ دیں اور آگے بڑھے۔ برآمدہ مڑنے کے بعد ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے، دروازہ بند تھا۔ محمود نے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا، اب اس نے جھک کر تالے کے سوراخ سے آنکھ لگا دی اور پھر اُچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھ کر فاروق نے سرگوشی کی:

"کیا بات ہے۔ تالے کے سوراخ میں کوئی بچھو تو نہیں گھسا ہوا۔"

"آنکھ رکھ کر دیکھ لو۔" محمود نے اشاروں میں کہا۔

فاروق نے برا سا منہ بناتے ہوئے، تالے کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر اس کا بھی وہی حال ہوا جو محمود کا ہوا تھا۔

"کیوں۔ بچھو نے تمہیں بھی ڈنک مار دیا نا۔"

"ہاں! ایسا ہی لگتا ہے۔"

عین اسی وقت برآمدے میں قدموں کی آواز اُبھری۔ دونوں تیزی سے اس طرف مڑے، دوسرے ہی لمحے انھوں نے خان عطا کی آواز سنی:



"آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

ان کی آنکھوں سے ناگواری ٹپک رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے دونوں گڑبڑا گئے۔ آخر محمود نے دبی آواز میں کہا:

"یہ۔ خان صاحب۔ یہ کمرہ۔" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔

"ہاں ہاں۔ کیا ہوا اس کمرے کو۔ یہ میرا کمرہ ہے۔ ارے آپ تو شاید انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔ میں شاید کا لفظ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ سے پہلے کبھی ملاقات جو نہیں ہوئی۔"

"شاید نہیں جناب۔ یقیناً۔" فاروق نے دبی آواز میں کہا۔

"یہ آپ لوگ دبی آواز میں کیوں باتیں کر رہے ہیں۔"

"اس لیے کہ آپ کے کمرے میں ایک عدد چور موجود ہے۔" محمود نے جواب دیا۔

"کیا کہا۔ چور۔" خان عطا تیز آواز میں بول اُٹھے۔

"لیجیے۔ ساری احتیاط دھری کی دھری رہ گئی۔ اب چور صاحب کو خبر ہو گئی کہ ہم باہر ان کا استقبال کرنے کے لیے موجود ہیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"خبر ہو گئی تو کیا ہوا۔ کیا ہم چوروں سے ڈرتے ہیں۔ رحیم۔ اکبر۔ نادر۔ دوڑ کر ادھر آؤ۔" خان عطا نے بلند آواز میں کہا۔

"لو بھئی۔ اب تو اعلان ہی ہو گیا۔" فاروق نے پھر منہ بنا کر کہا۔

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ۔ اور تینوں ملازمین
کے علاوہ بہت سے مہمان بھی کمرے کے سامنے پہنچ گئے :
"کیا ہوا خان عطا؟" شاکر نعیمی کی آواز ابھری۔
"ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اندر میرے کمرے میں ایک عدد چور
موجود ہے۔"
"اوہ!" بہت سی آوازیں ابھریں۔
"اب کیا کیا جائے؟" شاکر نعیمی نے پریشان ہو کر کہا۔
"ہم یہ معاملہ انسپکٹر جمشید کے سپرد کرتے ہیں۔" خان عطا بولے۔
"کیا خبر۔ اب تک چور کھڑکی توڑ کر فرار ہو گیا ہو۔"
"یہ نہیں ہو سکتا ۔ اسے نکلنا تو اسی دروازے سے پڑے گا، کیونکہ
کھڑکیوں میں سلاخیں لگی ہیں۔"
"ویری گڈ۔ ٹھہریے ۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔"
یہ کہہ کر فاروق نے تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکا، لیکن
چور اب تجوری کے سامنے نظر نہ آیا ۔ اب اس نے اپنا منہ جھری سے
لگا کر بلند آواز میں کہا:
"چور صاحب ۔ بہتر ہو گا کہ آپ دروازہ کھول دیں اور ہاتھ
اٹھا کر باہر نکل آئیں ۔ ویسے اگر آپ ہاتھ اٹھا کر باہر آنا پسند نہ
کریں تو آپ کو اس کی بھی اجازت ہے ۔ بس شرط یہ ہے کہ آپ
کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ شرافت سے



باہر نہیں آئیں گے تو ہم بھی شرافت سے کام نہیں لیں گے ۔ جلدی
بتائیے ۔ آپ کیا کہتے ہیں؟" یہاں تک کہہ کر فاروق خاموش ہو
گیا ۔ محمود نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا ۔ جیسے کہہ
رہا ہو۔ "یہ تم نے چور سے گفتگو کی ہے ۔ ایسے کرتے ہیں کسی چور
سے گفتگو۔"
چند سیکنڈ تک خاموشی طاری رہی ۔ آخر اندر سے آواز ابھری :
"میں ہاتھ اٹھا کر باہر آنے کے لیے تیار ہوں ۔ لیکن آپ لوگوں
کو وعدہ کرنا ہو گا کہ مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے ، کیونکہ میں ایک
شریف چور ہوں۔"
"شریف چور؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں! بہت زیادہ شریف چور ۔ بہن کی شادی کا مسئلہ میرے سر
پر کھڑا ہے ۔ میں ان دنوں بے یار و مددگار ہوں ۔ ادھر لڑکے والے
شادی کی جلدی کر رہے ہیں ۔ ان حالات میں میں کیا کرتا ۔ شاکر
نعیمی صاحب کی جیب پر ہاتھ صاف کیا تو ایک کارڈ ہاتھ لگا ۔ خیال
یہ تھا کہ نقدی سے بھرا ہوا بٹوہ ہاتھ لگ جائے گا ، لیکن ہاتھ لگا
تو ، ایک دعوتی کارڈ ۔ مایوسانہ انداز میں اس کارڈ کو دیکھ رہا
تھا کہ اچانک ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ کیوں نہ اس دعوت میں
شرکت کی جائے اور میزبان کی تجوری پر ہاتھ صاف کیا جائے ۔
لیکن میری بدقسمتی یہاں بھی آڑے آئی ۔ تجوری مجھ سے کھلی ہی نہیں

سکی۔ لہٰذا میں بُری طرح ناکام رہا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ ماجد انصاری ان کے سامنے ہاتھ اُٹھائے کھڑا تھا۔

"تم نے کیا کہا دوست۔ تم سے تجوری نہیں کھل سکی۔" محمود بولا۔

"جی ہاں! خان عطا صاحب آپ بے شک تجوری کھول کر اپنی چیزوں کا جائزہ لے لیں۔"

"یہ تو پھر کرنا ہی پڑے گا۔" انھوں نے کہا۔

"ماجد انصاری، ہاتھ اسی طرح اُٹھائے رہو اور تجوری کے پاس دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔" انسپکٹر جمشید نے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا۔

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا اور حکم کی تعمیل کی۔

"خان صاحب! اب آپ تجوری کھول کر اپنا اطمینان کر لیں۔"

"اچھی بات ہے۔" خان عطا نے کہا اور آگے بڑھ کر جیب میں سے چابی نکال کر تجوری کھول ڈالی۔

"ایک ایک چیز کا اچھی طرح جائزہ لے لیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔"

خان عطا تقریباً پانچ منٹ تک تجوری کی نقدی اور زیورات وغیرہ کا جائزہ لیتے رہے، آخر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:



"تجوری میں ہر چیز اپنی جگہ پر پوری موجود ہے۔" ان کی آواز میں کپکپی تھی۔

"تو پھر۔ آپ کی آواز کیوں کپکپا رہی ہے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"میری آواز خوشی سے کپکپا رہی ہے۔ ظاہر ہے، یہ میری کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ چوری سے بال بال بچ گیا۔"

"ہاں واقعی، لیکن اب چور صاحب کا کیا کیا جائے۔" محمود نے کہا۔

"کرنا کیا ہے، پولیس کے حوالے کر دیں۔" ایک مہمان نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"میں کہہ چکا ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ اپنی جوان بہن کے لیے کیا ہے۔ جہیز کی لعنت ہمیں لے بیٹھی ہے۔"

"ٹھیک ہے نوجوان ٹھیک ہے۔ میں تم جیسوں کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں، لیکن تم نے بالکل غلط طریقہ اختیار کیا، تمہیں چاہیے تھا کہ مجھ سے مل کر بات کر لیتے، میں ضرور تمہاری مدد کرتا۔ خیر۔ میں اب بھی تم پر ترس کھاتا ہوں اور تمہیں معاف کرتا ہوں۔ تم دعوت میں شرکت بھی کرو۔ دعوت کے بعد تم سے اس معاملے پر بات کروں گا اور تمہیں تمہاری بہن کے لیے بہت کچھ دوں گا۔ بے فکر رہو۔"

"شش۔ شکریہ جناب۔ مجھے اور شرمندہ نہ کریں، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ مجھے پولیس کے حوالے نہیں کر رہے۔ میں تو آپ کا یہ احسان بھی زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"نہیں نہیں۔ کوئی بات نہیں، ملک سے جرائم صرف اسی طرح ختم کیے جا سکتے ہیں کہ جو شخص زندگی میں پہلی بار جُرم کرے، اس کے مسائل حل کر دیے جائیں، اس کی مشکلات ختم کر دی جائیں۔ اگر اس وقت میں تمھاری مدد نہیں کروں گا تو تم کسی اور گھر میں چوری کی کوشش کرو گے اور اس طرح تم ایک چور بن جاؤ گے۔ کیا خیال ہے انسپکٹر جمشید صاحب؟"

"بہت ہی مبارک خیال ہے۔ آپ کو ہی نہیں، ہم سب کو ان کی مدد کرنی چاہیے۔ آپ رہتے کہاں ہیں ماجد صاحب؟" انسپکٹر جمشید نے پہلے خان عطا سے اور پھر ماجد انصاری سے کہا۔

"جی۔ میں۔ میں راجہ گلی میں رہتا ہوں۔"

"مکان نمبر بھی بتا دیں۔ تاکہ ہم میں سے جو شخص بھی آپ کی مدد کرنا چاہے، خفیہ طور پر کر سکے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ دوسروں کی مدد اس طرح کرو کہ کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے۔"

"بالکل ٹھیک۔ یہی ہونا چاہیے۔"

"میں مکان نمبر ۳۰۷ میں رہتا ہوں۔" ماجد انصاری نے کہا۔



"شکریہ۔ میرا خیال ہے، اب دعوت پھر سے شروع ہو جانی چاہیے۔"

"ہاں بالکل۔" خان عطا نے کہا۔

"ارے مگر۔" انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے۔ ان کی آنکھوں میں اُلجھن تیر گئی۔

# جرم کا ارادہ

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔" فاروق جلدی سے بول اٹھا۔

"کیا کہا تھا تم نے پہلے ہی؟" فرزانہ جل بھن کر بولی۔

"یہ کہ کیس شروع ہونے والا ہے۔"

"لیکن یہاں تو دور دور تک کسی کیس کے آثار نظر نہیں آتے۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ابا جان کی آنکھوں میں دیکھ کر بات کرو۔ یہ ارے مگر بلاوجہ تو نہیں کہہ دیا انھوں نے۔"

انسپکٹر جمشید فاروق کا جملہ سن کر مسکرا دیے اور جلدی سے ماجد انصاری کی طرف مڑے:

"تو کیا۔ آتش دان پر اپنی تصویر تم نے خود ہی رکھی تھی؟"

"جی نہیں۔ یہ میری زندگی کا حیران کن ترین معاملہ ہے۔ وہ تصویر ہرگز میری نہیں ہے۔" ماجد بولا۔

"تصویر تو خیر بالکل تمھاری لگتی ہے۔" خان عنا نے بے یقینی کے



عالم میں کہا۔

"آپ خود ہی سوچیے۔ میں اس گھر میں چوری کی نیت سے آیا تھا، اس صورت میں تو مجھے مہمانوں میں اس طرح شامل ہونا چاہیے تھا کہ کوئی میری طرف توجہ بھی نہ دے سکے، لیکن اس طرح تو میں نے سب کی توجہ اپنی طرف کر لی۔ کیا یہ بات میرے لیے خطرناک نہ ہوتی، اگر میں چوری کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ آپ سب میرا حلیہ پولیس کو بالکل صاف صاف بتاتے، لیکن اگر یہ تصویر یہاں نہ ہوتی تو آپ لوگوں کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ جو چوری کر کے نکل گیا۔ اس کا حلیہ کیا تھا۔" ماجد انصاری نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں! بالکل ٹھیک۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ تصویر بالکل تم جیسی کیوں ہے؟"

"بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے تو اتنا معلوم ہے کہ وہ تصویر میری ہرگز نہیں ہے، کیونکہ میں نے تو اپنی زندگی میں کبھی تصویر کھنچوائی ہی نہیں۔"

"تب پھر یہ اس معاملے کا سب سے عجیب ترین پہلو ہے۔ خیر۔ چلیے۔ دعوت تو کرکری نہ کریں۔"

وہ سب ہال میں داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پورے ہال میں صرف اور صرف فرزانہ موجود تھی اور آتش دان کے پاس ساکت کھڑی تھی:

"اس کو کہتے ہیں ذمے داری۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے، پھر فرزانہ سے بولے:

"کسی نے تصویر کے نزدیک آنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

"جی نہیں۔"

"ٹھیک۔ تصویر کی اہمیت ابھی تک جوں کی توں موجود ہے۔ اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھوانے ہی ہوں گے۔ تاکہ معلوم ہو سکے، اسے یہاں کون لایا ہے۔"

کھانا ایک بار پھر شروع ہوا۔ اس دوران فنگر پرنٹ والے پہنچ گئے۔ انھوں نے تصویر کے فریم اور شیشے سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے کی کوشش کی، لیکن اس پر کوئی نشان نہ مل سکا۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید بولے:

"اس نوجوان کی انگلیوں کے نشانات لے لیں۔"

"لیکن جناب۔ اب اس کی کیا ضرورت ہے؟" ماجد انصاری بولا۔

"صرف احتیاط۔ اور کچھ بھی نہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔ اور ماجد نے اپنی انگلیوں کے نشانات دے دیے۔ تصویر انسپکٹر جمشید نے اپنے قبضے میں کر لی۔

کھانے سے فارغ ہو کر مہمان رخصت ہونے لگے، ایسے میں ماجد انصاری نے ایک بار پھر خان عطا سے کہا:

"کیا میں اب جا سکتا ہوں جناب۔"



"ارے بھئی۔ کیا بھول گئے۔ میں تو تمھاری مدد کرنے کی حامی بھر چکا ہوں۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ جب سب مہمان چلے جائیں گے تو پھر ہم بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"جی بہتر!" اس نے کندھے اچکائے۔

ایک ایک کر کے سب مہمان رخصت ہو گئے، آخر میں انسپکٹر جمشید بولے:

"اب ہمیں بھی اجازت دیں۔"

"ٹھیک ہے جمشید صاحب۔"

انھوں نے ہاتھ ملائے اور باہر نکل آئے۔ جیپ میں بیٹھنے سے پہلے انسپکٹر جمشید بولے:

"کیا خیال ہے بھئی؟"

"تصویر والا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ تم یہیں ٹھہر کر ماجد انصاری کے باہر نکلنے کا انتظار کرو اور جب وہ باہر نکلے تو اس کا تعاقب کرو، لیکن اس طرح کہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے۔"

"جی بہتر۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہونے دیں گے۔" فاروق بولا۔

"خیر۔ اتنی احتیاط کی بھی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور جیپ آگے بڑھا دی۔

"اب ہم یہاں کیا کریں۔ کیا مکھیاں ماریں"۔ محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"کوٹھی کے پائیں باغ میں کیوں نہ بیٹھ جائیں۔ آخر ہم یہاں مہمان ہیں، بھلا کون ہماری طرف توجہ دے گا۔ جب ماجد انصاری باہر نکل جائے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب شروع کر دیں گے"۔ فرزانہ بولی۔

"ہوں! یہ اچھی ترکیب ہے۔ آؤ"۔ محمود نے کہا۔

وہ واپس مڑے اور باغ میں داخل ہو گئے۔ چاروں طرف خوش نما پھول کھلے تھے۔

"ایک جگہ بیٹھنے کی بجائے گھوم پھر کر ان پھولوں کا نظارہ کرنا کہیں خوش گوار ہو گا"۔ محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن۔ اس طرح ہم دروازے کی طرف نظر نہیں رکھ سکیں گے"۔ فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"بھئی ہم اپنا رخ اسی طرف رکھ کر ٹہل لیں گے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

اور وہ باغ میں ٹہلنے لگے۔ اچانک ایک ہلکی سی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

"نہیں دوست۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے"۔

انھوں نے صاف پہچانا۔ آواز خان عطا کی تھی۔ آواز میں دوستی



کی جھلک کی بجائے دشمنی کی سی کاٹ تھی۔ انھوں نے چونک کر سر اٹھائے تو دائیں طرف ایک کھڑکی نظر آئی۔ کھڑکی کھلی تھی۔ اس میں باہر کی طرف سلاخیں لگی تھیں۔ ان کے قدم خود بخود کھڑکی کی طرف اٹھنے لگے، دل زور زور سے دھڑکنے لگے۔

"کک۔ کیا مطلب؟" انھوں نے ماجد انصاری کی آواز سنی۔

وہ جلدی سے کھڑکی کے بالکل نیچے پہنچ گئے۔ اور کان لگا دیے۔ خان عطا کہہ رہے تھے:

"تمھارا کہنا ہے کہ تم سے تجوری نہیں کھلی تھی"۔

"ہاں! یہ بالکل ٹھیک ہے"۔

"لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تم تجوری کھولنے میں کامیاب ہو گئے تھے"۔ خان عطا بولے۔

"کیا آپ تجوری کی چیزوں کا جائزہ نہیں لے چکے"۔ ماجد انصاری نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، لیکن ہو سکتا ہے۔ کوئی چیز میرے ذہن سے نکلی ہوئی ہو اور تم نے وہ تجوری میں سے اڑا لی ہو"۔

"تو پھر آپ میری تلاشی لے لیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔ خان عطا بولے۔

"بڑی خوشی کی بات ہے۔ لے لیجیے تلاشی"۔

"دونوں ہاتھ سر سے بلند رکھنا۔ ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔
سب لوگ ایک چور کی حیثیت سے تمھیں دیکھ چکے ہیں، تمھیں گولی
مار کر میں تجوری کھول دوں گا اور پولیس کو بیان دوں گا کہ تم
نے پھر چوری کی کوشش کی تھی۔ لہذا مجھ پر کوئی الزام نہیں لگ
سکے گا۔ جب کہ دوسرا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم بغیر کسی غلط حرکت
کے تلاشی دے دو۔"

"میں تلاشی دینے کے لیے تیار ہوں۔ اور یقین رکھیں۔ کوئی حرکت
نہیں کروں گا۔"

"شکریہ!" خان علا نے کہا اور اس کے بعد کمرے میں خاموشی
چھا گئی۔ شاید خان علا تلاشی لے رہے تھے۔ آخر ایک منٹ بعد
ان کی آواز سنائی دی:

"ہم۔ میرا خیال غلط تھا۔ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم ہاتھ گرا سکتے ہو، لیکن پستول بدستور میرے
ہاتھ میں رہے گا، کیونکہ موقع پا کر تم مجھ پر حملہ کر سکتے ہو تاکہ
چابیاں حاصل کر کے تجوری پر ہاتھ صاف کر سکو۔"

"لیکن جناب! اب میں ایسا کیوں کروں گا۔ آپ نے تو سب کی
موجودگی میں میری مدد کا وعدہ کیا ہے۔"

"ہاں ضرور۔ میں ایسا ضرور کروں گا، کیونکہ اب میں اپنا شک



رفع کر چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ تم نے تجوری کھول کر کوئی قیمتی
چیز اُڑا لی تھی۔"

"نہیں جناب۔ آپ میری تلاشی لے ہی چکے ہیں۔"

"ہاں، ٹھیک ہے۔ یہ لو۔ میں تمھیں دس ہزار روپے کا چیک دے
رہا ہوں۔ ابھی میرے دوست بھی تمھاری مدد کریں گے۔ اُمید ہے
اب تم اپنی بہن کی شادی کے لیے کوئی چوری نہیں کرو گے۔"

"جی۔ جی نہیں۔ شکریہ۔"

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ شاید خان علا چیک لکھ رہے
تھے:

"آؤ بھئی۔ اب دروازے کے نزدیک چلے چلیں۔" محمود نے
اشاروں میں کہا۔

وہ اس کے ساتھ ہو لیے۔ عین اسی وقت انھوں نے ماجد
انصاری کو باہر نکلتے دیکھا۔

"چلو بھئی۔ تعاقب اس کا تم دونوں کرو گے۔ میں ذرا اس
سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔" محمود نے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے
کہا۔

"یہ کیا۔ ابا جان نے صرف تعاقب کی ہدایات دی تھیں۔" فرزانہ
بول اٹھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ لہذا ابا جان کو جواب بھی میں ہی دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے نکلا چلا گیا۔ اور پھر انھوں نے دیکھا وہ تیز چلتا ماجد انصاری سے بھی آگے نکل گیا اور پھر اس کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"اوہو۔ آپ اب فارغ ہوئے ہیں یہاں سے"

اس نے چونک کر محمود کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن ناچنے لگی:

"اور آپ؟" اس نے مشکل سے کہا۔

"میرے والد صاحب کو کوئی کام پڑ گیا۔ وہ جیپ میں چلے گئے، کوئی ٹیکسی آ جائے تو میں بھی چلا جاؤں گا۔"

"اور آپ کے بھائی اور بہن؟"

"وہ۔ ارے ہاں۔ ان کی بات چھوڑیں، مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"مجھ سے۔ کیا بات کرنی ہے؟" اس نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ آپ نے تجوری واقعی کھول لی تھی؟"

"کیا مطلب۔ میں نے تجوری کھول لی تھی؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"ہاں! جب میں نے تالے کے سوراخ میں سے کمرے میں جھانکا تو آپ تجوری کھولے اس کے اندر جھکے ہوئے تھے، پھر اسی وقت آپ سیدھے ہو گئے اور تجوری بند کر دی۔ تالے کے سوراخ میں سے آپ کے ہاتھ مجھے نظر نہیں آئے۔ معلوم نہیں آپ نے تجوری میں سے



کچھ نکالا یا نہیں۔ لیکن اگر آپ نے تجوری کھول لی تھی اور کچھ نکال نہیں پائے تھے تو پھر یہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ تجوری کھول ہی نہیں سکے؟"

"آپ۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ واقعی میں تجوری کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا، لیکن کچھ نکال نہیں سکا، کیونکہ اسی وقت میں نے دروازے پر ہلکی سی آہٹ سن لی تھی، میرے کان بہت تیز ہیں۔ اور یہ آہٹ آپ لوگوں کی وجہ سے ہوئی تھی۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ کیا میں آپ کی تلاشی لے سکتا ہوں؟"

"لیکن کیوں۔ اب تلاشی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ جب کہ نواب عطا کی کوئی چیز گم نہیں۔ غائب نہیں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"تب پھر انھوں نے آپ کی تلاشی کیوں لی؟" محمود چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اوہ۔ تو آپ کو یہ بات بھی معلوم ہے۔ خیر یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ وہ میری تلاشی لے چکے ہیں اور میرے پاس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔"

"ہاں! میں جانتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ چاہتا ہوں آپ مجھے بھی تلاشی دے دیں، اگر آپ انکار کریں گے تو مشکل میں پڑیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ یہاں سڑک پر کھڑے ہو کر تلاشی دینا تو اچھا

نہیں لگے گا۔ آیئے۔ اس گلی میں چلے چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"شکریہ۔" محمود نے کہا اور دونوں گلی میں چلے آئے۔

"لیجیے اب میری تلاشی لے لیں۔" یہ کہہ کر اس نے ہاتھ اوپر اُٹھا دیئے۔

محمود تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھتے ہوئے بولا:

"میں حیران ہوں۔ آخر یہ چکر کیا ہے۔ ضرور کوئی ایسی بات ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ کیا آپ خود ہی بتانا پسند نہیں کریں گے۔"

"کیا بتاؤں۔ کوئی بات ہے ہی نہیں۔ صرف یہ کہ میں نے شاکر نعیمی صاحب کی جیب سے بٹوہ لینا چاہا، لیکن ہاتھ لگا دعوتی کارڈ، بس میں اس کارڈ کے ذریعے اس دعوت میں شریک ہو گیا۔ یہ سوچ کر کہ شاید گھر کی تجوری پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع مل جائے۔"

"لیکن بھئی۔ آپ جھوٹے ہیں۔" محمود نے سرسراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا۔ میں جھوٹا ہوں۔" وہ چونک اُٹھا۔

"ہاں! میں ثابت کر سکتا ہوں۔"

"ضرور ضرور۔ ذرا کرنا تو ثابت۔"

"اگر آپ نے یہ کام اپنی جس کے لیے کیا تھا اور جرم کا ارادہ آپ نے پہلی بار کیا تھا۔ میرا مطلب ہے، اگر آپ نئے نئے چور بنے ہیں تو آپ نے خان عطا کی تجوری کس طرح کھول لی۔"



"اوہ!" ماجد انصاری دھک سے رہ گیا۔

عین اسی وقت اس نے ایک دو ہتھڑ پوری طاقت سے محمود کے سر پر دے مارا۔ وہ تیورا کر گرا۔ ماجد انصاری یہ دیکھے بغیر کہ اس کا کیا بنا، تیزی سے مُڑا اور گلی سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اب وہ تیز تیز قدم اُٹھا رہا تھا۔

# کاغذات کہاں ہیں

"یہ کیا — محمود، ماجد انصاری کے ساتھ گلی میں گیا تھا اور گلی سے صرف ماجد انصاری باہر نکلا ہے۔" فرزانہ چونک اُٹھی۔

"شاید یہ کوئی چال چل چکا ہے۔ آؤ۔ جلدی کرو۔" فاروق پُرجوش انداز میں بولا۔

"لل… لیکن — محمود۔" فرزانہ ہکلائی۔

"محمود کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے — ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر محمود زخمی ہو گیا ہے تو گلی کے کسی گھر سے نکلنے والا اسے ہسپتال پہنچا دے گا، لیکن ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے جس کا تعاقب کرنے کا حکم ابّا جان نے دیا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔" فرزانہ نے جواب دیا اور دونوں پوری احتیاط سے اس کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے۔

"اور اگر اسے کوئی ٹیکسی مل گئی تو کیا ہو گا؟"



"اللہ کرے گا — کوئی ٹیکسی ہمیں بھی مل جائے گی۔"

تعاقب جاری رہا۔ ماجد انصاری نے کوئی ٹیکسی پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں قدم ضرور تیز تیز اُٹھاتا رہا۔ تیز تیز قدم اُٹھانے میں وہ بھی کم نہیں تھے۔ آخر بیس منٹ بعد وہ ایک آبادی میں داخل ہوا۔ پھر ایک گلی میں گھس گیا۔ اُنھوں نے اسے ایک مکان میں داخل ہوتے دیکھا:

"لو بھئی — تعاقب تو ہو گیا مکمل اور اللہ کی مہربانی سے اسے تعاقب کا علم بھی نہیں ہو سکا۔ اب کیا کریں؟"

"اب ہمیں خان عطا کی کوٹھی کے پاس اس گلی تک جانا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو، محمود پر کیا گزری؟"

"ہوں، ٹھیک ہے۔"

دونوں نے ایک ٹیکسی پکڑی — اور اُس گلی تک پہنچے۔ ساتھ ہی انھوں نے محمود کو گلی سے باہر آتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے:

"کیا ہوا تھا محمود؟" فرزانہ بے چین ہو گئی۔

"میری عقل مندی سے متاثر ہو کر اس نے ایک دو ہتھوڑے میرے سر پر دے مارا تھا — وہ ہتھوڑا کیا تھا — بس ایک ہتھوڑا سا لگا تھا اور میں گر پڑا — نیم بے ہوش ہو گیا۔"

"اور اس وقت سے اب تک تمہیں کسی نے نہیں اٹھایا؟"

"کوئی کس طرح اُٹھاتا۔ اس کے جانے کے آدھ منٹ بعد ہی میں پوری طرح ہوش میں آگیا تھا، لیکن چونکہ سر میں بہت درد محسوس ہو رہا تھا اور چکر آرہے تھے، اس لیے ایک گھر کے دروازے پر اکڑوں بیٹھا رہا۔ ایک دو گزرنے والوں نے ہمدردانہ لہجے میں پُوچھا بھی کہ کیا بات ہے، تو میں نے ان سے کہہ دیا۔ سر چکرا گیا ہے۔"

"ہوں۔ خیر۔ آؤ اب چلیں۔"

"کہاں۔ کیا تم اُن کے تعاقب میں کامیاب نہیں ہو سکے؟" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم تعاقب کرنے میں اتنے بھی اناڑی نہیں۔"

"پھر۔ وُہ کہاں گیا۔ کیا راجہ گلی کے مکان نمبر ۲۰۲ میں داخل ہوا تھا وُہ۔"

"نہیں۔ اس آبادی کا نام راجہ گلی نہیں ہے۔ ہم نام پڑھ بھی نہیں سکے۔ اور نہ مکان کا نمبر دیکھ سکے۔ ہاں۔ یہ ضرور معلوم ہے کہ وُہ آبادی نیابت روڈ کے دائیں طرف ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ کم از کم ہم اس کا ٹھکانا تو معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔" محمود نے مطمئن ہو کر کہا۔

"اب کیا ہم گھر جائیں گے؟" فاروق نے کہا۔

"ہاں! اس کے سوا کیا جا سکتا ہے۔ ارے ہاں۔ محمود تم



نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ اس نے تمہارے سر پر چوٹ کیوں ماری تھی۔"

"میں نے اسے یہ بتا دیا تھا کہ وُہ تجوری کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

"کیا کہا۔ اس نے تجوری کھول لی تھی؟" فرزانہ چلا اُٹھی۔ فاروق نے بھی اسے چونک کر دیکھا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ میں نے جب تالے کے سوراخ میں سے دیکھا تھا تو وُہ تجوری کا دروازہ بند کر رہا تھا۔ گویا کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جب میں نے اسے یہ بات بتائی تو وُہ چونک اُٹھا، پھر میں نے اس سے تلاشی دینے کی درخواست کی۔ تو وُہ مجھے گلی میں لے گیا اور جونہی میں تلاشی لینے کے لیے آگے بڑھا، اس نے دونوں ہاتھ ملا کر میرے سر پر دے مارے۔"

"بہت افسوس ہوا یہ سُن کر کہ تمہاری مرمت ہو گئی۔" فاروق مُسکرایا۔

"افسوس بھی ہوا اور مُسکرا بھی رہے ہو۔ یہ کیا تُک ہے؟" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"یہ جدید بات ہوئی۔ آج کل کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا ہے، کیا تم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کسی گھر میں کوئی مر جائے تو بھی لوگ وہاں جشن کرتے ہیں، خاص طور پر عورتیں۔ یہ ہے کوئی بات۔"

فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھا بابا۔ اب تم سے کون مغز مارے۔" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ماجد انصاری سے ملاقات کر لیں، آخر اسے دو ہتھڑ مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تلاشی دے کر بھی تو رخصت ہو سکتا تھا۔" محمود نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"ہوں، ٹھیک ہے۔ شاید اس نے تجوری میں سے کوئی چیز نکال لی تھی۔ تم اگر اس کی تلاشی لے لیتے تو راز کھل جاتا، لہٰذا اس نے تلاشی دینے کی بجائے ایک دو ہتھڑ تمہیں دے دیا اور تم نے بھی فراخ دلی سے اسے وصول کر لیا۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کی تلاشی تو خان عبا جی لے چکے ہیں۔"

"اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے تلاشی لینے کا۔ ہو سکتا ہے، اس نے وہ چیز کسی خاص جگہ چھپائی ہو۔"

"ہوں۔ اگر وہ تجوری میں سے کوئی چیز لے جانے میں کامیاب ہو گیا ہے، تب تو پھر اس سے ملنا اور بھی ضروری ہے۔ آؤ جلدی کرو، کہیں وہ گھر سے نکل نہ جائے۔" محمود بولا۔

انھوں نے ایک بار پھر ٹیکسی پکڑی اور ماجد انصاری کے گھر کے پاس اترے۔ محمود نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک



دی۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ کھلا اور ماجد کا چہرہ نظر آیا۔ انھیں دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا:

"دو ہتھڑ کے لیے شکریہ۔ بلکہ بہت بہت شکریہ۔" محمود مسکرایا۔

"تت۔ تم۔ تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟"

"کالے علم کے ذریعے۔ ہم اس علم کے بہت ماہر ہیں۔ اگر آپ بھی سیکھنے کے خواہش مند ہوں تو یہ بھی مشکل نہیں۔" فاروق بولا۔

"ایسی کی تیسی میں جائے کالا علم۔" اس نے تلملا کر کہا۔

"اچھا۔ بھیج دیں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا بھیج دیں گے۔" وہ بھونقوں کی طرح بولا۔

"ایسی کی تیسی میں کالے علم کو۔"

"وحشت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"دو دو باتیں کرنے کا پروگرام ہے، لیکن دروازے پر نہیں، گھر کے اندر۔"

"اچھا آ جاؤ۔" اس نے کہا اور انھیں اندر داخل ہونے کے لیے راستہ دیا۔

ایک کمرے میں آ کر بیٹھ جانے کے بعد اس نے پریشان آواز میں کہا:

"ہاں، اب بتاؤ۔ کیا چاہتے ہو؟"

"وہ چیز ہمارے حوالے کر دیں۔" فرزانہ بولی۔

"کون سی چیز۔ کیا کہہ رہے ہو تم؟" اس نے بھنّا کر کہا۔

"جو تم نے تجوری سے اُڑائی ہے۔" محمود نے کہا۔

"تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ میں نے تجوری میں سے کوئی چیز نہیں چرائی۔ خان علا میری تلاشی لے کر اپنی تسلی کر چکے ہیں۔"

"لیکن جب میں تلاشی لینے لگا تو تم نے میرے سر پر دو ہتھڑ کیوں مارا۔ جب کہ میں تلاشی لینے کے بعد تمھیں روک تو نہیں سکتا تھا۔ جب مالک نے ہی نہیں روکا تو میں کیا کر لیتا روک کر، اس صورت میں تم نے تلاشی کیوں نہ دے دی۔"

"پتا نہیں کیوں۔ مجھے تم پر غصہ آ گیا تھا۔"

"مجھ پر غصہ آ گیا تھا۔ اچھا۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔" محمود واقعی خوش ہو کر بولا۔

"اس صورت میں ہم دونوں کو بھی خوش ہونا پڑے گا۔" فاروق بول اُٹھا۔

"فاروق۔ تم چُپ رہو۔ کام کی بات کرنے دو۔ ہاں تو تم نے تجوری سے کیا چیز اُڑائی۔" محمود بولا۔

"تمھارا سر۔" اس نے تلملا کر کہا۔

"لیکن میرا سر تو اس وقت بھی میرے کندھوں پر موجود ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم نے اسے چرا لیا ہو۔" محمود نے حیران ہو



کر کہا۔

"بھئی فاپاؤ طور پر چرا لیا ہو گا۔" فاروق گنگنایا۔

"دیکھو دوست، اگر تم سنجیدگی سے نہیں بتاؤ گے یا ہمیں تلاشی لینے کی اجازت نہیں دو گے تو پھر ہم یہاں پولیس کو بلا لیں گے اور پھر پولیس کی موجودگی میں اس گھر کی تلاشی لیں گے اور اس چیز کو برآمد کر لیں گے۔ کیونکہ مجھے دو ہتھڑ مار کر نکل آنے کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ چیز جو تجوری سے اُڑائی گئی، اس وقت تمھارے پاس تھی۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"محمود، کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جب خان علی نے اس کی تلاشی لی تو اس وقت وہ چیز اس کے پاس نہیں تھی۔"

"یا تو تھی نہیں یا پھر کسی خاص جگہ چھپائی ہو گی، لیکن میری طرف سے اسے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میں وہ چیز تلاش نہ کر لوں۔ لہٰذا اس نے تلاشی کا موقع نہ دیا۔"

"ہوں! بات ٹھیک ہے۔ تو مسٹر ماجد انصاری۔ اب کیا خیال ہے؟"

"میں نہ اپنی تلاشی دوں گا اور نہ اپنے گھر کی۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

"جاؤ فرزانہ، انکل اکرام کو فون کر دو۔ وہ جلد از جلد یہاں پہنچ جائیں اور کچھ ماتحتوں کو بھی ساتھ لے آئیں۔"

"اچھا!" فرزانہ نے کہا اور تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی، لیکن ماجد انصاری چھلانگ لگا کر اس کے راستے میں آ گیا:

"نہیں! میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔"

"اے مسٹر۔ میری طرف دیکھو۔" محمود نے چلا کر کہا۔

اس نے جلدی سے اس کی طرف دیکھا اور اسی وقت فرزانہ جھکائی دے کر کمرے سے نکل گئی۔ وہ اس کی طرف لپکا، لیکن بھلا فرزانہ کہاں ہاتھ آنے والی تھی۔ مایوس ہو کر واپس مڑا تو محمود اور فاروق کھڑے مسکرا رہے تھے:

"اس سے پہلے کہ تمہاری بہن واپس آئے۔ میں تم دونوں کو مسل کر رکھ دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف جھپٹ پڑا۔ دونوں ہڑبڑا کر پیچھے ہٹے اور دیوار سے جا لگے۔ ماجد نے ان کی طرف چھلانگ لگائی، دونوں دائیں بائیں سرک گئے اور وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کا منہ کچھ اس زور سے لگا کہ پیچھے الٹ کر گرا۔ اب جو وہ اٹھا تو ناک سے بہنے والے خون نے اس کے چہرے کو اور خوفناک بنا دیا۔ وہ اندھوں کی طرح ان کی طرف بڑھا۔ دونوں ڈرے ڈرے انداز میں دروازے کی طرف سرکنے لگے۔ جونہی وہ دروازے تک پہنچے، ان کی کمروں پر پوری قوت سے کوئی چیز لگی۔ اور وہ دھڑام سے فرش پر گرے۔ ساتھ ہی کسی نے ان پر چھلانگ لگائی۔ وہ بھی آخر محمود اور فاروق تھے، کوئی



عام لڑکے تو نہیں تھے، فوراً قلابازیاں کھا گئے اور کمرے کی دیواروں تک لڑھکتے چلے گئے۔

اتنے میں ایک شخص کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ لمبا چوڑا اور بہت مضبوط جسم کا مالک تھا۔ ان کی طرف دیکھے بغیر اس نے ماجد انصاری کو گریبان سے پکڑ لیا اور غرا کر بولا:

"ان بچوں سے مار کھا رہے ہو۔ تمہیں کیا حکم دیا گیا تھا؟"

"ب- باس- باس- م- میں- میں-" ماجد انصاری ہکلانے لگا۔

"بکو- کیا بات ہے- تم سیدھے میرے پاس کیوں نہ آ گئے- یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ لوگ میرے تعاقب میں تھے- سو میں نے سوچا- اس طرح تو یہ آپ کے ٹھکانے تک پہنچ جائیں گے- اس لیے سیدھا یہاں آ گیا، خیال تھا کہ جونہی یہ ادھر ادھر ہوئے، میں یہاں سے نکل کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"بکواس- تمہیں ہر حال میں میرا حکم ماننا چاہیے تھا- کاغذات کہاں ہیں؟"

"کاغذات- محفوظ ہیں باس۔"

"نکالو-" اس نے کہا، پھر چونک کر محمود اور فاروق کی طرف دیکھا، دونوں اٹھ کر کھڑے ہو چکے تھے- اور ایک ایک قدم اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"کیا ارادہ ہے ننھے بچو؟"

"پیچھے سے وار کر کے اکڑنا بُری بات ہے۔ ہم تمہیں مزا چکھائیں گے۔"

"اوہو اچھا۔ یہ بات ہے۔ تو پھر آؤ۔" یہ کہہ کر وہ محمود کی طرف مُڑا۔

دونوں نے پُرانا حربہ اختیار کیا۔ الگ الگ سمت میں ہٹ گئے۔ جونہی اس نے محمود پر حملہ کیا، فاروق نے اُچھل کر سر کی ٹکر اس کی کمر پر دے ماری۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ محمود نے موقع غنیمت جانا۔ اور تیزی سے جھکتے ہوئے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی، وہ لڑکھڑایا ہوا تو پہلے ہی تھا، محمود کے اس اقدام سے بُری طرح گرا۔ ساتھ ہی فاروق نے پاؤں کی ٹھوکر اس کے سر پر دے ماری۔ وہ بلبلا اُٹھا۔ اور اندھا دھند انداز میں ہاتھ اور پاؤں چلائے۔ دونوں اُچھل کر اس سے دُور ہو گئے، لیکن جونہی اس نے اُٹھنے کی کوشش کی، دونوں نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ وہ بھینسے کی طرح ڈکرایا اور پھر بے دم ہو گیا۔ دونوں نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے گردآلود ہو گئے ہوں۔

"اب کیا خیال ہے بابا صاحب۔ تم نے کیوں ان بچوں سے مار کھا لی؟" محمود طنزیہ لہجے میں بولا۔

"بھول میں کھا لی۔ کوئی جان بوجھ کر تھوڑی ہی کھائی ہے۔"

فاروق مسکرایا۔

"ہم۔ ہیں۔ میں تم سے سمجھ لوں گا۔ اب میں جان گیا۔ تم کون



ہو۔ اگر لڑنے سے پہلے یہ بات معلوم ہو جاتی تو اس وقت تم پیچھے پڑے ہوتے۔ میں دراصل انجانے پن میں مار کھا گیا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نہیں جانتے تھے، ہم محمود اور فاروق ہیں؟"

"ہاں بالکل۔ وہ تو تم نے آپس میں بات کی تو اندازہ ہوا۔ ارے۔"

اچانک اس کے منہ سے نکلا اور چہرے پر پریشانی کے آثار پھیلتے نظر آئے۔

"کیا ہوا؟" محمود نے بھی جلدی سے کہا۔

لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تو دونوں ماجد انصاری کی طرف مڑے اور پھر دھک سے رہ گئے۔ ماجد انصاری کمرے میں نہیں تھا۔

باس نے مامور کیا تھا— چلو خیر— کم از کم اتنا تو ہوا کہ ہم باس کو گرفتار کرا دیں گے اور اس سے سارا چکر معلوم ہو جائے گا۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"گرفتار تو جب کرا دیں گے نا، جب وہ ہمیں مکان میں مل جائے، کیا وہ ہماری واپسی کے انتظار میں بیٹھا رہا ہوگا۔" فاروق نے منہ بنایا—

"ارے ہاں— رحمت تیرے کی، یہ تو ہم بھول ہی گئے— آؤ جلدی کرو۔"

وہ دوڑتے ہوئے مکان تک پہنچے، اندر داخل ہوئے تو مکان سائیں سائیں کر رہا تھا— گویا باس بھی اڑنچھو ہو گیا تھا—

"اسے کہتے ہیں، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔" فاروق منہ بنا کر بولا—

"لیکن اس میں ہمارا کیا قصور— اصل چیز تو ماجد انصاری کے پاس تھی— اس کے پیچھے دوڑ نہ لگاتے تو کیا کرتے۔" محمود نے اسے گھورا—

"اور فرزانہ صاحبہ سے ابھی تک فون ہی نہیں ہو سکا۔" فاروق بھنا کر بولا—

"اب انکل اکرام ہی آ کر کیا کریں گے۔" محمود نے مایوسانہ لہجے میں کہا—



# مزا نہیں آئے گا

"فاروق دوڑو— ماجد نکل نہ جائے۔" محمود چلایا۔

"اور اسے پکڑ کر ہمیں لے آنا— بہت بڑے فائدے میں رہو گے۔" باس نے پیچھے سے ہانک لگائی، لیکن اس وقت تک تو دونوں گھر سے باہر نکل ہی چکے تھے۔

وہ سڑک پر آئے اور ادھر ادھر دیکھا، لیکن دور دور تک ماجد انصاری کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔

"افسوس— وہ نکل گیا— شاید اس نے گلیوں ہی گلیوں کے ذریعے نکلنے کی کوشش کی ہے— ورنہ اتنی جلدی سڑک سے غائب نہیں ہو سکتا تھا۔"

"اس کم بخت باس نے آ کر کام خراب کر دیا، ورنہ ماجد انصاری پر تو ہم قابو پا چکے تھے اور تلاشی لینے کے بعد ہم کاغذات برآمد بھی کر لیتے— جن کا مطالبہ باس کر رہا تھا، تو ماجد انصاری نے تجوری سے کچھ کاغذات اڑائے ہیں اور اس کام پر اسے اس

"خیر — آ کر تو وہ بہت پہلے کر چکی ہوں گے — ہم از کم اس مکان سے ماجد انصاری کی انگلیوں کے نشانات تو اُٹھوا ہی گے ہیں۔"

"ہوں — ٹھیک ہے۔"

دونوں بیٹھ کر فرزانہ کا انتظار کرنے لگے — آخر دستک ہوئی۔

"اُؤں — یہ انداز فرزانہ کا تو نہیں۔" فاروق چونک اٹھا۔

"چلو کوئی بات نہیں — کوئی تو آیا۔"

یہ کہہ کر محمود دروازے تک گیا اور اسے کھول دیا — دوسرے ہی لمحے وہ بول اٹھا:

"ارے — یہ تو انکل اکرام اور ان کے ساتھی ہیں — انکل آپ پہنچ گئے — ہم — مگر فرزانہ ابھی تک نہیں لوٹی فون کر کے — یہ کیا بات ہوئی۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب — فرزانہ نے تو قریباً بیس منٹ پہلے فون کیا تھا۔" اکرام نے چونک کر کہا۔

"تب تو اسے اب سے بہت پہلے لوٹ آنا چاہیے تھا — کمال ہے۔"

عین اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی — انھوں نے گلی میں دیکھا — فرزانہ تیز تیز قدم اُٹھاتی چلی آ رہی تھی،

"السلام علیکم انکل — آپ آ گئے۔"

"ہاں بھول کر آ گئے — تمہارے حساب تو انھیں کل آنا چاہیے تھا،



آخر تم کہاں رہ گئی تھیں اب تک؟"

"راستے میں ایک خاص چیز نظر آ گئی تھی — بس اسی کی وجہ سے دیر ہو گئی۔" اس نے جواب دیا۔

"اور ادھر معاملہ ہی اُلٹ پلٹ ہو گیا۔" محمود نے بتایا۔

"کیا مطلب؟" فرزانہ چونکی۔

محمود نے جلدی جلدی تفصیل سنا دی — کاغذات کا ذکر سن کر فرزانہ چونک اُٹھی اور گھبرا کر بولی،

"تب تو مجھ سے بہت زبردست غلطی ہو گئی — انکل آپ جیپ پر آئے ہیں نا۔"

"ہاں، کیوں — کیا بات ہے؟"

"جلدی آئیے — ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔" وہ بولی اور باہر کی طرف دوڑ پڑی۔

"ارے ارے — اسے کیا ہوا۔" محمود دھک سے رہ گیا۔

پھر وہ سبھی دوڑ کر سڑک پر آئے اور جلدی جلدی جیپ میں سوار ہو گئے — مکان سے انگلیوں کے نشانات اٹھوانے کا خیال تک ان کے ذہنوں سے نکل گیا تھا — فرزانہ نے اکرام کے ساتھ اگلی سیٹ پر قبضہ جما لیا اور جلدی سے بولی:

"سیدھے چلیے انکل۔"

جیپ چل پڑی — فرزانہ راستہ بتاتی رہی — کچھ دیر تو سب صبر

سے بیٹھے رہے۔ آخر فاروق سے نہ رہا گیا، چیخ اُٹھا:
"آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟"
"بس دیکھتے جاؤ۔" فرزانہ مسکرائی۔
"کیا دیکھتے جائیں؟" محمود نے منہ بنایا۔
"تو پھر آنکھیں بند کر لو۔ جیپ رُکنے پر کھول لینا۔" فرزانہ نے مشورہ دیا۔ اکرام اور اس کے ماتحت ہنس پڑے۔
آخر فرزانہ کے اشارے پر جیپ رُک گئی۔ سامنے ایک مکان تھا جو مکان کم کھنڈر زیادہ تھا۔ جس میں ایک دو کمرے صحیح سلامت بھی نظر آ رہے تھے:
"آخر ہمیں تم یہاں کیوں لائی ہو؟" محمود بولا۔
"ماجد انصاری یہاں موجود ہے۔ میں نے اسے گلی سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا، پھر میں نے ایک ٹیکسی کے ذریعے اس کا تعاقب کیا اور جب اس کھنڈر میں داخل ہوتے دیکھ لیا تو پھر واپس لوٹی۔" اس نے جلدی جلدی بتایا۔
"وہ مارا۔ یہ کام کیا ہے فرزانہ تم نے۔" محمود چلا اُٹھا۔
"ابھی ابھی تو مجھ پر زور و شور سے بگڑا جا رہا تھا۔"
"اس وقت ہم غلطی پر تھے۔" محمود نے کہا۔
فرزانہ نے جیپ قدرے فاصلے پر رکوائی تھی۔ اب وہ دبے پاؤں آگے بڑھے۔ سامنے جو کمرہ نظر آیا، اس کا دروازہ بند تھا۔



دوسرے کمرے کا دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید اس کا دروازہ پہلے کمرے میں کھلتا تھا۔ دروازے پر دباؤ ڈال کر دیکھا تو اندر سے بند پایا۔ اب دستک دیے بغیر چارہ نہیں تھا۔ محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی، لیکن اندر کوئی آہٹ سنائی نہ دی۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ محمود نے پھر دستک دی۔ تیسری بار دستک دی گئی، لیکن کچھ نہ بنا۔
"انکل۔ ہمیں دروازہ توڑنا ہوگا، کیونکہ یہ اندر سے بند ہے۔ اس کا مطلب ہے، اندر کوئی ہے، لیکن وہ دروازہ کھولنے پر تیار نہیں۔"
"ٹھیک ہے، لیکن دروازہ توڑنے سے پہلے ہمیں اسے خبردار ضرور کر دینا چاہیے۔" اکرام بولا، پھر دروازے سے منہ لگا کر بلند آواز میں اس نے کہا:
"اندر جو کوئی بھی ہے، دروازہ کھول کر باہر نکل آئے، ورنہ ہم دروازہ توڑ دیں گے۔ واضح ہو کہ ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"
ان الفاظ کا بھی کوئی جواب نہ دیا گیا، آخر اکرام نے ماتحتوں کو ہدایات دیں۔ انھوں نے ٹکریں مارنا شروع کیا۔ جلد ہی دروازہ دوسری طرف جا پڑا۔ یوں بھی دروازہ بہت کمزور تھا۔
وہ اندر داخل ہوئے اور پھر بھونچکے رہ گئے، خوف سے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اندر ماجد انصاری ایک لاش کی صورت میں پڑا

تھا۔

○

"اُف خدا! یہ کیا ہوا؟" فرزانہ کانپ اُٹھی۔

"اسے قتل کی واردات کہتے ہیں۔ اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا؟" فاروق نے جل کر کہا۔

"کیا مطلب۔ میری وجہ سے۔ یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو فاروق، دماغ تو ٹھیک ہے؟"

"اگر تم اس کے پیچھے یہاں تک آ گئی تھیں تو پھر اس سے ملاقات کیے بغیر ہی کیوں لوٹ گئیں۔ اسی جگہ رُک کر بھی تو ہمیں اطلاع دے سکتی تھیں۔ اس صورت میں قاتل یہ کام ہرگز نہ کر سکتا۔"

"لیکن میرے فرشتوں نے مجھے یہ اطلاع نہیں دی تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ واردات قتل کی بھی نہیں لگتی، کیونکہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ کیا مقتول نے قاتل کے جانے کے بعد دروازہ اندر سے بند کیا؟" محمود بولا۔

"اگر اس نے ایسا کیا تو بہت غلط کام کیا۔" فاروق مسکرایا۔

اب وہ لاش کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے کپڑے پھاڑ



دیے گئے تھے۔ قمیص کے نیچے دوہرے استر والی ایک واسکٹ تھی۔ اسے بھی اُدھیڑ ڈالا گیا تھا۔

"شاید وہ کاغذات اسی واسکٹ میں تھے۔" اکرام بڑبڑایا۔

"ہاں، اور قاتل انہیں لے اُڑا۔"

"ارے، پھر قاتل کہاں۔ آخر قاتل فرار کس طرف سے ہوا؟"

"ہاں۔ پہلے تو اس بات کا جائزہ لے لینا چاہیے۔"

انھوں نے دیکھا، کمرے کی چھت بہت نیچی تھی۔ چھت کے بیچوں بیچ ایک چوکور سوراخ تھا۔ اور سوراخ کے نیچے ایک ٹوٹا پھوٹا سا سٹول رکھا تھا۔ سٹول پر پاؤں کا ایک نشان بھی موجود تھا۔

"چلیے یہ معاملہ بھی حل ہو گیا۔ قاتل صاحب نے پیر اس سٹول پر رکھا اور چھت میں بنے روشندان تک ہاتھ پہنچا کر لٹک گیا اور پھر ہاتھوں کے بل اوپر اُٹھ گیا۔ یہاں تک کہ چھت پر جا نکلا۔ آگے اس کا کام آسان تھا۔ علاقہ غیر آباد ہے۔ اس کو کسی نے یہ عجیب حرکت کرتے نہیں دیکھا ہوگا۔ انکل آپ اب اپنی کارروائی شروع کر سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور اپنے ایک ماتحت کو جیپ میں بھیج دیا، تاکہ وہ ماہرین کو فون کر دے۔

اُدھر یہ تینوں سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے۔ کاغذات ہمارے ہاتھ آتے آتے رہ گئے۔"

محمود بڑبڑایا۔
"نہ جانے ان چیزوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہاتھ آتے آتے رہ جاتی ہیں۔ ہے کوئی تک" فاروق نے منہ بنایا۔
"اور تمہاری اس اوٹ پٹانگ بات کی بھی کوئی تک ہے" فرزانہ جل بھن کر بولی۔
"سنو بھئی۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ بہت زور دار ترکیب ہے۔ گویا ہم ایک تیر سے دو شکار کر سکیں گے" محمود بول اٹھا۔
"یہ کیا۔ عجیب بات ہے" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔
"کیا مطلب۔ کون سی بات عجیب ہے" فرزانہ نے اسے گھورا۔
"کیا یہ بات عجیب نہیں کہ آج ایک عدد ترکیب محمود کے ذہن میں آ رہی ہے۔ تمہارا ذہن کیا ہو گیا ہے"
"یار ہر وقت مذاق نہ کیا کرو۔ پہلے میری ترکیب سن لو"
"ایسی ترکیب کو سننے کی کیا ضرورت ہے۔ جس کے سنانے والا اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہو۔ بہت زور دار ترکیب ہے۔ گویا ہم ایک تیر سے دو شکار کر سکیں گے۔ بھئی پہلے ترکیب بتاؤ، پھر غور کریں گے کہ زور دار ہے یا نہیں اور ٹ"
"اچھا۔ اچھا۔ بس اب تم بھی حد سے نہ گزرو اور پہلے ترکیب بھی سن لو" فرزانہ نے تنگ آ کر کہا۔
"اچھی بات ہے۔ سناؤ بھئی"



"بھئی یہ تم الگ جا کر کیوں بیٹھ گئے۔ کیا لاش کا جائزہ نہیں لو گے" اکرام کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔
"جائزہ لے تو چکے ہیں انکل۔ اگر آپ کہتے ہیں تو ایک بار پھر لے لیتے ہیں"
"ہاں! میں چاہتا ہوں۔ کوئی خاص چیز ہمارے ہاتھ لگ جائے، جس کی مدد سے قاتل تک پہنچا جا سکے" اس نے کہا۔
"آپ فکر نہ کریں انکل۔ خاص چیز تلاش کرنے کے ہم پرانے کھلاڑی ہیں۔ ابھی لیجیے"
وہ اٹھ کر پھر لاش کے پاس آئے اور اسے بغور دیکھنے لگے۔ ساتھ ہی اس کے آس پاس کی زمین کا بھی جائزہ لیا۔ ماجد انصاری کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری گئی تھی۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا، لیکن وہ چیز کمرے میں موجود نہیں تھی۔
"شاید کوئی اینٹ ماری گئی ہے۔ اور ہو سکتا ہے، قاتل یہاں پہلے سے موجود رہا ہو۔ گویا اسے ماجد انصاری کے یہاں آنے کے بارے میں معلوم تھا" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔
"اں۔ ارے" فرزانہ چونک اٹھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"وہی۔ بالکل وہی" وہ ہکلائی۔
"کیا وہی۔ معموں میں باتیں کرنے کی عادت نہ گئی تمہاری" فاروق

نے جل بھن کر کہا۔

"بالکل وہی خوشبو۔ جو میں نے خان عطا کی دعوت میں محسوس کی تھی۔ اسی کمرے میں۔ جہاں کھانا کھایا گیا تھا۔ وہ خوشبو ضرور کسی مہمان نے اپنے کپڑوں میں لگا رکھی تھی۔ اور وہی ماجد انصاری کو ہلاک کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ کاش میں نے اس وقت یہ بھی توجہ دی ہوتی کہ یہ خوشبو کس کے کپڑوں سے اُٹھ رہی ہے۔ محمود۔ فاروق۔ کیا تمہیں کچھ یاد ہے۔ میرے زیادہ نزدیک کون مہمان تھا؟"

"اب یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ لوگ تو گھوم پھر کر کھا رہے تھے۔ یعنی دین کی تعلیم کے بالکل اُلٹ۔ سب لوگ بیٹھ کر کھا رہے ہوتے تو کچھ کہا بھی جا سکتا تھا۔ خان عطا صاحب نے تو بیٹھنے کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔"

"ہوں! خیر۔ کم از کم یہ بات تو معلوم ہو ہی گئی کہ قاتل خان عطا کے مہمانوں میں سے کوئی ایک ہے۔"

"لیکن ہم اسے کام کا سراغ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مہمان کم از کم پچاس کے قریب تو ضرور رہے ہوں گے۔ اب کیا ہم پچاس کے پچاس مہمانوں کو چیک کریں گے اور پھر یہ بھی تو سوچو۔ وہ خوشبو کوئی اور بھی تو لگا سکتا ہے۔ اس طرح تو ہم کسی بے گناہ کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔ رہا یہ۔ کم از کم میں خوشبو کی بنیاد پر کسی پر شک



نہیں کر سکتا۔"

"ہوں! خیر۔ آپ بے شک اس سراغ کو اہمیت نہ دیں، لیکن اگر وہ شخص خوشبو لگا کر ہمارے سامنے آ گیا تو ہم اس سے دو دو باتیں تو ضرور کریں گے۔ آؤ بھئی۔ ذرا کھنڈر کے باقی حصے کا بھی جائزہ لے لیں۔"

وہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں داخل ہوئے، پھر اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ اچانک ایک جگہ فرزانہ کی نظریں جم کر رہ گئیں۔

"لو بھئی۔ آلۂ قتل بھی مل گیا آخر۔ یہ رہی وہ اینٹ جس سے بیچارے ماجد انصاری کو ہلاک کیا گیا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"حیرت ہے۔ تم اسے بے چارہ کہہ رہی ہو، حالانکہ وہ ان کا [illegible] کا چور تھا۔"

"لیکن قتل ہونے کے بعد تو بے چارہ بن ہی گیا۔" فرزانہ مسکرائی۔

تینوں نے اکرام کو اینٹ کے بارے میں اطلاع دی۔ اسے ہاتھ تو لگا نہیں سکتے تھے، کیونکہ قاتل کی انگلیوں کے نشانات اس پر مل سکتے تھے۔

"اور وہ تمہاری ترکیب تو رہ ہی گئی۔" فرزانہ نے گویا محمود کو یاد دلایا۔

"ہاں۔ ضرور۔ میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کھنڈر سے باہر جانے لگا۔

"ارے ارے — کہاں جا رہے ہو، پہلے ترکیب تو بتا دو۔"

"ترکیب پر عمل کرنے جا رہا ہوں — آکر بتاؤں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" فرزانہ جھلا اُٹھی، لیکن اتنی دیر میں محمود دور جا چکا تھا۔

"چلو جانے دو — یہ اس کی پرانی عادت ہے۔" فاروق مسکرایا۔

کچھ دیر بعد محمود واپس آتا نظر آیا — اس کے چہرے پر ایک پُر اسرار مسکراہٹ ناچ رہی تھی — جونہی وہ نزدیک پہنچا، فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا:

"جلدی بتاؤ محمود — تم کہاں گئے تھے؟"

"ایک فون کرنے گیا تھا۔"

"لیکن کس کو؟" فرزانہ تنک کر بولی۔

"جسے فون کرنے گیا تھا — بس وہ آنے ہی والا ہوگا — اس سلسلے میں انکل اکرام سے بات کرتے ہیں — آؤ۔"

"بہت پُر اسرار بن رہے ہو — یہ کوئی اچھی بات نہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"تم روز بنتی ہو — آج اگر یہ حضرت بن گئے تو کیا ہوا۔" فاروق نے کہا —

اکرام نے انہیں آتے دیکھا تو بولا:

"قتل اسی اینٹ کے ذریعے ہوا ہے — اس میں اب کوئی شک



نہیں رہا — سر پر اینٹ صرف ایک بار نہیں، دو تین بار ماری گئی — اس پر مقتول کے بال بھی چپکے پائے گئے ہیں۔"

"ہوں۔" محمود بولا۔

"تم کیا کر آئے؟"

"ایک فون کرنے گیا تھا انکل — آپ سے بھی ایک درخواست ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمام عملے کو اس کمرے میں جمع کر لیں — باہر کوئی نہ رہے اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیں، کیونکہ جسے میں فون کرنے گیا تھا، وہ آنے والے ہیں۔"

"آخر وہ کون ہے؟"

"ابھی نہ پوچھیے انکل — مزا نہیں آئے گا۔" محمود نے گویا درخواست کی —

"یہ ہیرو بننے کے چکر میں ہے انکل — اس لیے نہیں بتا رہا۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"خیر یونہی سہی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ سب دونوں کمروں میں بھر گئے — باہر کوئی بھی نہیں رہا — آخر کافی دیر کے انتظار کے بعد دروازے پر دستک ہوئی — محمود نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا

اشارہ کیا اور خود اٹھ کر دبے پاؤں دروازے پر پہنچ گیا۔ جلد ہی دستک ایک بار پھر ہوئی اور اس نے دروازہ یک دم کھول دیا۔

انھوں نے دیکھا۔ باہر خان عطا کھڑے تھے۔



# یہ نہیں ہو سکتا

کمرے کے اندر اتنے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر وہ سٹ پٹا گئے؛ چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آخر بولے:

"شاید میں کسی غلط جگہ آ گیا۔"

"جی نہیں۔ آپ بالکل درست جگہ آئے ہیں۔ وہ میں ہی تھا جس نے آواز بدل کر آپ کو فون کیا۔ اس کھنڈر کا پتا بتایا اور یہ کہا کہ اگر آپ کو اپنے کاغذات واپس چاہییں تو یہاں آ جائیں۔"

"کک۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ماجد انصاری کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ادھر دیکھیے، اس کی لاش پڑی ہے۔ کاغذات اس نے قمیض کے نیچے پہنی ہوئی چمڑے کی واسکٹ میں رکھ لیے تھے۔ واسکٹ دوہرے استر کی ہے۔ اسی لیے آپ تلاشی کے دوران ان کاغذات کو نہ پا سکے۔ ورنہ تھے وہ اس وقت بھی اس کے پاس ہی۔"

"اوہ!" خان عطا کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں۔ اس نے یہ کاغذات کسی کے اشارے پر چرائے تھے۔ اس شخص کو یہ باس کہتا تھا۔ ہماری ملاقات اس باس سے بھی ہو چکی ہے۔ مہربانی فرما کر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ وہ کاغذات ہیں کیسے؟"

"پہلے تو یہ بتائیے۔ کاغذات اب ہیں کہاں؟" انھوں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"قاتل کے پاس۔" محمود بولا۔

"اور قاتل کون ہے؟"

"ابھی تو ہم جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"آپ نے بتایا نہیں۔ ان کاغذات میں آخر کیا ہے، جن کی خاطر اس قدر ہنگامہ بپا ہے؟"

"وہ کاغذات میری زمین اور جائداد کے ہیں۔" خان عطا نے جواب دیا۔

"اگر بات صرف یہ ہے تو پھر آپ کو چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ جب ہم سب تجوری کے سامنے کھڑے تھے، اس وقت آپ نے سب کے سامنے کیوں یہ بات نہ کہی کہ آپ کے کاغذات اڑا لیے گئے ہیں۔"

"اس وقت میں بوکھلایا ہوا تھا۔ کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ کسی کو آپ کی جائداد کے کاغذات اڑانے



کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔"

"ان کاغذات سے کوئی کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟"

"میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں۔" خان عطا بولے۔

"شکریہ جناب! اس بات کی معافی چاہوں گا کہ آپ کو یہاں دھوکے سے بلایا گیا۔ دراصل ہم یہ جاننا چاہتے تھے کہ آپ کو کاغذات کی گم شدگی کا پتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ پتا ہے۔ بس ہمارے لیے حیران کن بات ہے تو یہ کہ آپ نے کاغذات کی گم شدگی کے بارے میں بتایا کیوں نہیں۔ اگر اس وقت آپ گھبرائے ہوئے تھے۔ یا اس وقت آپ کو پتا نہیں چلا تھا تو بعد میں تو چل گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے ماجد انصاری کی تلاشی بھی لی تھی۔" محمود جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"اوہ! تو تمھیں یہ بات بھی معلوم ہے؟"

"جی ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔ کیا ان کاغذات میں کوئی خاص بات ہے۔" محمود بولا۔

"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں۔ باقی رہی بات پوشیدہ رکھنے کی۔ اس کی وجہ تو بس کوئی بھی نہیں تھی۔ غیر ارادی طور پر یہ کام مجھ سے ہو گیا۔ اب میں کاغذات کی چوری کی باقاعدہ رپورٹ درج

کرانے ہی جا رہا تھا کہ تمہارا فون مل گیا۔"

"شکریہ۔ رپورٹ تو آپ کو واقعی درج کرا دینی چاہیے۔"

"تو کیا اب مجھے اجازت ہے۔"

"ہاں ضرور۔ امید ہے معاف فرمائیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" خان عطا نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئے۔

"تو یہ تھی وہ دو دھار ترکیب۔" فرزانہ نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں! کیا اس طرح ہمیں یہ معلوم نہیں ہو گیا کہ انہیں کاغذات کی گم شدگی کا پتا تھا۔"

"ہوں! اب کیا کرنا ہے؟"

"سر! یہ شخص جانا پہچانا لگتا ہے۔" اسی وقت ایک سادہ لباس والے نے قریب آ کر کہا۔

"کون شخص۔ یہ جو ابھی آئے تھے۔" اکرام چونک کر بولا۔

"جی نہیں۔ میں مقتول کی بات کر رہا ہوں۔"

"کک۔ کیا مطلب؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"آئیے۔ میں دکھاتا ہوں۔" ماتحت بولا۔

وہ اس کے ساتھ چلتے لاش کے قریب آ گئے۔ اب وہ اوندھی پہلو سے پڑی تھی۔ تصاویر لینے کے سلسلے میں اسے



اُلٹا پلٹا گیا تھا۔

"یہ دیکھیے سر۔ اس کی مونچھیں نقلی ہیں۔ بظاہر اصلی نظر آتی ہیں، میں نے بے خیالی میں ایک مونچھ پکڑ کر کھینچ لی تھی، تو یہ اکھڑتی چلی گئی۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

مونچھیں اکھاڑ لی گئیں۔ اب جو اس کے چہرے کا جائزہ لیا گیا تو اکرام کے چہرے پر بلا کی حیرت نظر آئی۔

○

"ارے! یہ تو فرغام ہے۔"

"فرغام۔ کون فرغام انکل۔ ہم تو کسی فرغام ورغام کو نہیں جانتے۔" فاروق نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یار کوئی جملہ سنجیدگی سے بھی ادا کر لیا کرو۔"

"اچھا۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔ ہاں تو انکل آپ نے بتایا نہیں۔"

"بتاؤں تو تب نا۔ جب تم لوگ بتانے کا موقع دو۔" اکرام جھلا اٹھا۔

"اور کیا۔ جہاں فاروق موجود ہو، وہاں بھلا کسی کو بات کرنے

کا موقع مل سکتا ہے۔" فرزانہ بھی پٹ سے بولی۔

"تو یہ ہے — انکل جلدی بتائیے۔"

"ہمارے ملک میں تجوریاں کھولنے میں فرغام سے ماہر کوئی شخص نہیں۔ پہلے یہ ملک کی سب سے بڑی فرم میں ملازم تھا — یہ فرم تجوریاں بنانے میں خاص شہرت رکھتی ہے، اس نے تجوریاں بنانے والی اور بھی کئی فرموں میں کام کیا، لیکن پھر یہ جرائم کے راستے پر چل نکلا، اس نے لوگوں کی تجوریوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیے، کیونکہ تجوریاں کھول لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، پھر ایک بار یہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا، اسے تین سال کی سزا ہوئی، سزا کاٹ کر نکلا تو پھر وہی دھندا شروع کر دیا — ایک بار پھر پکڑا گیا اور پانچ سال کی سزا ہوئی — پچھلے دنوں اس کی رہائی کی خبر سنی تھی — اس کے بعد سے اس کی طرف سے کوئی واردات نہیں ہوئی تھی — آج اسے میں مُردہ حالت میں دیکھ رہا ہوں۔"

"اوہ — تو یہ بات ہے۔" فرزانہ بولی۔

اور چونکہ ہم اس کے باس سے بھی ملاقات کر چکے ہیں، لہذا ظاہر ہے — اس بار اس نے یہ کام اپنے لیے نہیں، کسی کے کہنے پر کیا ہے، لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ خان عطا کے ہال کے آتش دان پر اسی کی یا اس سے ملتی جلتی تصویر



کیوں رکھی گئی — اور اپنی تصویر کی طرف توجہ بھی اس نے خود دلوائی تھی — یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کے علاوہ اہم بات یہ کہ اس باس کو آخر خان عطا کے ان کاغذات کی ایسی کیا ضرورت پڑ گئی تھی — دوسرے یہ کہ باس نے کاغذات حاصل کرنے کے بعد ماجد انصاری یا فرغام کو ہلاک کیوں کر دیا — کیا صرف اس لیے کہ وہ اس کا نام کسی کو نہ بتا دے — تو کیا وہ اصلی شکل میں فرغام کے سامنے آ گیا تھا۔"

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ہوں — معاملہ ہر لمحے اُلجھتا جا رہا ہے، کیوں نہ اب ہم گھر چلیں اور اس معاملے میں ابا جان سے بات کریں۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"ہاں! یہاں ہمارا کام یوں بھی ختم ہو چکا ہے۔"

"لیکن ایک بات رہ گئی — فرغام کا باس کون ہے؟"

"وہ مارا — اس کے باس کو پہچاننا ذرا بھی مشکل نہیں ہو گا — بس ایک عدد دعوت کا انتظام کرنا ہو گا۔" فرزانہ نے اچھل کر کہا —

"ایک عدد دعوت کا انتظام — کیا مطلب۔" محمود حیران ہو کر بولا پھر اس طرح چونکا جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔

"اوہ — کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس دعوت میں خان عطا کے سبھی دوست شریک ہوں اور تم اس خوشبو کو سونگھ کر مجرم تک پہنچ جاؤ"

"ہاں! کیا یہ ترکیب مزے دار نہیں"

"ہے تو سہی، لیکن اس میں اُلجھن یہ ہے کہ اگر وہ کوئی اور خوشبو لگا کر آ گیا تو؟" فاروق نے منہ بنا کر کہا اور محمود بے ساختہ ہنس پڑا۔

"خیر — ابا جان سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اُٹھایا جا سکتا ہے"

"انکل — فرغام کہاں رہتا تھا — کیا آپ اس کا پتا بتا سکتے ہیں؟"

"جب تک یہ تجوریاں بنانے والی فرم کا ملازم رہا، مسلم ڈیرے میں رہتا رہا — مکمل پتا میری ڈائری میں لکھا ہوا مل جائے گا، لیکن مجرمانہ زندگی اختیار کرنے کے بعد اس کا کوئی مستقل ٹھکانا نہیں رہا۔"

"آخر اس نے یکایک مجرمانہ زندگی کیوں اختیار کر لی؟"

"راتوں رات امیر بننے کے لالچ میں — آج کل کے لوگوں کو ایک مرض یہ بھی لگا ہوا ہے کہ بس چند دنوں میں دولت کے ڈھیر جمع کر لینا چاہتے ہیں"



"افسوس ہوا سن کر — آپ کی ڈائری تو شاید دفتر میں ہو گی"

"نہیں، جیب میں موجود ہے — نکال کر پتا نوٹ کر لو"

"شکریہ انکل — اب تو ہم اس کے گھر والوں سے ملنے کے بعد ہی جائیں گے — واچ بھی تو آپ انہیں کے حوالے کریں گے"

"ظاہر ہے — اگرچہ اپنے گھر کا رُخ کیے اسے ایک مدت ہو گئی ہو گی"

"اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

جیب سے ڈائری نکال کر انھوں نے فرغام کا پتا نوٹ کیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے — جلد ہی وہ ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے — جلد ہی ایک بوڑھے شخص نے دروازہ کھولا اور چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا:

"کیا بات ہے، آپ کون ہیں؟"

"کیا فرغام کا گھر یہی ہے؟"

"نہیں؛ فرغام یہاں نہیں رہتا" اس نے جلدی سے کہا۔

"کیا فرغام کا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں؟"

"بالکل نہیں — وہ ہماری طرف سے مر چکا ہے"

"اس کا مطلب ہے، وہ آپ کا بیٹا ہے" محمود نے کہا۔

"بیٹا تھا، اب وہ میرا بیٹا نہیں ہے — میرا بیٹا تو

وہ اس وقت تھا جب وہ تجوریاں بنانے کی فرم میں کام کرتا تھا اور خون پسینہ ایک کر کے تنخواہ گھر لایا کرتا تھا، لیکن جب اس نے ملازمت چھوڑ دی اور چوریاں کرنے لگا تو میں نے اسے گھر سے نکال دیا۔ لہٰذا اب وہ میرا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ہم۔ میں نے فرغام کا ذکر سنا ہے۔ کیا کوئی اس کی طرف سے آیا ہے؟" ایک بوڑھی عورت کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"نہیں تو دن رات بس فرغام کا خیال ستاتا رہتا ہے۔ کیا کرو گی مجرم بیٹے کو گھر میں رکھ کر، وہ ہم سب کو بھی جیل بھجوا دے گا ایک دن۔"

"معاف کیجیے گا۔ اب وہ آپ کو تو کیا خود کو بھی کبھی جیل نہیں بھجوا سکتا۔" محمود نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا میرے بیٹے نے ہمیشہ کے لیے برے کاموں سے توبہ کر لی ہے؟" بڑھیا نے چونک کر پوچھا۔ اب وہ ان کے سامنے آگئی تھی۔ انھوں نے دیکھا، وہ آنکھوں سے اندھی ہو چکی تھی۔

"یہ بات نہیں ماں جی۔ اسے کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔"

"نہیں!" دونوں چلا اٹھے۔ ساتھ ہی اندر سے کوئی دوڑ کر دروازے پر آیا اور بوڑھے ماں باپ سے لپٹ گیا، یہ ایک جوان لڑکی تھی۔

وہ تینوں رونے لگے۔ ان کے دل بھر آئے۔



"میرا بچہ کہاں ہے؟" باپ نے پوچھا۔

"یہاں سے کافی دور ایک کھنڈر نما مکان میں اس کی لاش پائی گئی ہے۔ آخر اس نے یکایک جرم کا راستہ کیوں اپنا لیا؟" فاروق بولا۔

"یہ سب کچھ اس کے غلط دوست جبار علی کی وجہ سے ہوا۔"

"کیا؟" وہ تینوں زور سے چونکے، کیونکہ جبار علی کا نام وہ فرغام کے منہ سے سن چکے تھے۔

"ہاں، جبار علی بھی اس کے ساتھ تجوریوں کی فرم میں ملازم تھا۔ وہ دولت کا بہت بھوکا ہے۔ ہر وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ بے تحاشا دولت کہیں سے سمیٹ لے۔ اسی نے فرغام کو جرم کے راستے پر ڈالا۔"

"تو کیا جبار علی بھی اس کے ساتھ مل کر چوریاں کرتا تھا؟"

"ہاں، دونوں نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔"

"ہم جبار علی سے کہاں مل سکتے ہیں؟"

"وہ اپنے گھر ہی مل جائے گا۔ میری طرح اس کے ماں باپ نے اسے گھر سے نہیں نکالا، شاید وہ بھی اسی کی طرح لالچی ہیں۔"

"اور اس کا گھر کہاں ہے؟"

"نور بلاک نمبر ۱۶ میں مکان نمبر ۵۔" اس نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ آپ کو لاش گھر میں ہی مل جائے گی۔"

ویسے اگر آپ جانا چاہیں تو کھنڈر نما مکان میں چلے جائیں" یہ کہہ کر محمود نے پتا بتا دیا اور انھیں روتا چھوڑ کر پلٹ آئے۔

"کیا خیال ہے۔ لگے ہاتھوں جبار علی سے بھی مل لیں — فرغام کا کہنا ہے کہ کارڈ اسے جبار علی نے دیا تھا، آخر اس دعوت میں اس نے جبار علی کا نام کیوں لیا تھا۔ جب کہ وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ کارڈ اسے پڑا ہوا ملا تھا۔ یا اس نے شاکر نعیمی کی جیب سے نکالا تھا۔ اس کا صرف اتنا کہنا ہی کافی تھا، پھر اس نے جبار علی کا نام کیوں لیا" محمود بولا۔

"واقعی۔ یہ عجیب بات ہے۔ اور ہم جبار علی سے ملے بغیر گھر نہیں جا سکتے" فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آج رات ہم گھر جا ہی نہیں سکیں گے اور ابا جان ہمارا انتظار کرتے کرتے سو جائیں گے" فاروق نے منہ بنایا۔

انھوں نے جیسے فاروق کا جملہ سنا ہی نہیں۔ ایک ٹیکسی روک کر وہ اس میں بیٹھے اور نور بلاک پہنچے۔ بلاک نمبر ۱۹ اور اس میں مکان نمبر ۵ تلاش کرنے میں انھیں کوئی خاص دقت نہ ہوئی۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ محمود نے دستک دی تو ایک نوجوان آدمی نے دروازہ کھولا۔

"ہمیں جبار علی صاحب سے ملنا ہے"



"فرمایئے۔ میں ہی جبار علی ہوں"

"شکریہ جناب۔ ہمیں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں — جو دروازے پر کھڑے رہ کر نہیں کر سکتے"

"آیئے" اس نے کہا اور انھیں ڈرائنگ روم نما ایک کمرے میں لے آیا۔

"ہاں! اب کہیں۔ کیا باتیں کرنی ہیں"

"فرغام کو جانتے ہیں آپ؟"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونک اٹھا۔

"فرغام۔ جو تجوریاں بنانے والی فرم میں آپ کا ساتھی تھا"

"کیوں نہیں جانتا۔ وہ میرا دوست ہے، لیکن اب میں نے اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ہے"

"کیوں — کس لیے"

"اس لیے کہ اس نے مجرمانہ زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔ لہٰذا میں نے اس سے دوستی ختم کر لی ہے، لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

"تو آپ کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں؟"

"بالکل نہیں۔ میں جرائم پیشہ لوگوں سے دور بھاگتا ہوں۔ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مصیبت میں ڈالتے ہیں"

"ہوں! تو آپ نے شاکر نعیمی کے نام کا کارڈ اسے نہیں

دیا تھا۔"

"نثار نعیمی۔ کارڈ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایک دعوتی کارڈ۔ جوشؔ کر نعیمی کے نام کا تھا۔ مسٹر فرخام عرف ماجد انصاری کا کہنا یہ ہے کہ اس نے کارڈ اپنے دوست جبار علی سے حاصل کیا تھا۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا باتیں کر رہے ہیں، میرے پلّے تو کچھ بھی نہیں پڑ رہا۔"

"خیر۔ میں شروع سے سُناتا ہوں۔" محمود نے تنگ آ کر کہا۔

اور دعوت کی ساری کارروائی اسے سُنا دی، لیکن اس کی لاش ملنے کا ذکر نہ کیا۔

"تب اس نے بالکل جھوٹ بولا۔ میں تو جانتا بھی نہیں کہ وہ آج کل کہاں رہتا ہے۔ اس سے ملے ہوئے بھی مجھے مدّت ہو گئی۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اور آپ نے ملازمت کیوں چھوڑی؟"

"میں ملازمت کر کر کے تنگ آ گیا تھا۔ صحت بھی خراب رہنے لگی تھی۔"

"اب آپ کیا کرتے ہیں؟"

"میں۔ میں نے کچھ زمین خریدی تھی۔ اس پر کچھ دکانیں بنوائی



ہیں اور انہیں کرائے پر دے دیا ہے۔ اب میری گزر اوقات اسی طرح ہوتی ہے۔"

"شکریہ۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دیں کہ آپ کا دوست مر چکا ہے۔ کسی نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

"کیا!!" جبار علی اُچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"نن۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

۷

# انکل کی کہانی

"یہ نہیں ہو سکتا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ۔ فرغام کو کسی نے ہلاک کر دیا ہو۔ اُف خدا۔"

"لیکن اب تو آپ نے اس سے ملنا چھوڑ دیا ہے، پھر آپ اس قدر فکر مند کیوں ہو گئے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"کبھی تو دوست تھا نا آخر۔" اس نے کہا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جلد از جلد ان سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہتا ہو۔ یہ چیز انھوں نے صاف طور پر محسوس کر لی اور اٹھ کھڑے ہوئے:

"اچھا جناب۔ اگر آپ اپنے دوست کی لاش دیکھنا چاہتے ہوں تو کھنڈر نما مکان میں چلے جائیں۔ پتا نوٹ کر لیں۔" محمود بولا۔

"ہاں ہاں ضرور۔ وہاں تو مجھے جانا ہی پڑے گا۔ پتا ضرور لکھوا دیں۔"

محمود نے پتا لکھوا دیا اور باہر نکل آئے۔ اُسی وقت ایک



ٹیکسی پاس سے گزری اور انھوں نے اسے روک لیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ جبار علی کے گھر سے کچھ فاصلے پر آ کر رُک گئے:

"کیوں۔ کیا بات ہے؟" ٹیکسی ڈرائیور نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمیں اپنے ایک مہربان کا انتظار ہے۔ بس وہ آنے ہی والا ہے۔" محمود نے کہا۔

پانچ منٹ بعد جبار علی گھر سے نکلتا نظر آیا۔ اس نے سڑک کے کنارے رک کر ٹیکسی کی تلاش میں نظریں ادھر اُدھر دوڑائیں۔ وہ چونکہ دور کھڑے تھے۔ اس لیے جبار علی اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ آخر ایک ٹیکسی گزرتی نظر آئی، دوسرے ہی لمحے وہ اس ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔

"ارے۔ ہمارے دوست نے تو وہ ٹیکسی پکڑ لی۔ دھت تیرے کی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ جناب آپ مہربانی فرما کر اس ٹیکسی کے پیچھے چلیے۔"

"بہت بہتر۔" ڈرائیور نے کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

تعاقب پندرہ منٹ جاری رہا، پھر اگلی ٹیکسی ایک ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ انھوں نے دیکھا۔ ہوٹل کی عمارت پر جلی حروف میں ہوٹل گلزار لکھا تھا:

"بس جناب۔ یہیں روک دیجیے۔" محمود نے اچانک کہا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ وہ نیچے اتر آئے اور بل ادا کر دیا۔

اسی وقت انھوں نے جہار علی کو ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا:

"یہ یہاں کس لیے آگیا؟" فاروق بڑبڑایا۔

"خوف زدہ ہو کر آیا ہے۔ شاید اسے ڈر ہے کہ جس شخص نے فرغام کو ہلاک کیا ہے، وہ اسے بھی نہیں چھوڑے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس کا مطلب ہے۔ یہ ہم سے جھوٹ بول رہا ہے۔ فرغام سے اس کا گہرا تعلق ہے۔"

"اور کیا۔ فرغام کے منہ سے اس کا نام بلاوجہ تو نکل نہیں گیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں اس نے اپنا بیان بدل دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس نے کارڈ شاکر نعیمی کی جیب سے اڑایا تھا، جب کہ پہلے یہ کہا تھا کہ کارڈ اسے اس کے دوست جہار علی نے دیا تھا۔"

"خیر۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس معاملے کا تعلق جہار علی سے ضرور ہے۔ ورنہ وہ اپنے گھر سے اس طرح فرار نہ ہوتا اور اس ہوٹل میں نہ ٹھہرتا۔ کیا خیال ہے۔ اس سے یہاں بھی مل لیں؟"

"نہیں۔ اس طرح یہ یہاں سے بھی نکل جائے گا۔ ہاں انکل اکرام کو فون کر کے اس کی نگرانی کا انتظام ضرور کر دینا چاہیے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" فرزانہ نے کہا۔



ایک پبلک فون بوتھ سے محمود نے اکرام کو فون کیا:

"ہیلو انکل۔ گویا آپ فارغ ہو کر دفتر پہنچ چکے ہیں؟"

"ہاں ابھی ابھی آیا ہوں۔ کیوں خیر تو ہے؟"

"ہوٹل گلنار میں ابھی ابھی ایک شخص داخل ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ ہوٹل میں ٹھہرے گا۔ ہم چاہتے ہیں، اس کی نگرانی کرائی جائے اور جہاں بھی وہ جائے، اس کا تعاقب کیا جائے۔"

"اچھی بات ہے، اس کا حلیہ بتا دو۔" اکرام نے کہا۔

"لمبا قد۔ بھاری بھرکم جسم۔ رنگ سانولا۔ پھولی ناک۔"

"بس اتنا ہی حلیہ کافی ہے، میں سمجھ گیا، تم کس کا ذکر کر رہے ہو۔"

"جی کیا مطلب۔ آپ کیا سمجھ گئے؟"

"فرغام کے سلسلے میں پولیس اس شخص میں بھی دلچسپی لیتی رہی ہے۔ اور کئی بار پوچھ گچھ کر چکی ہے۔ لیکن اس کے خلاف اب تک کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔ تم جہار علی کا ذکر کر رہے ہو نا۔"

"جی ہاں انکل۔" محمود جلدی سے بولا۔

"گویا اس بار پھر فرغام کے ساتھ جہار علی کا نام سننے میں آگیا۔ حیرت ہے۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ اور ہاں۔ جب تک میرا آدمی وہاں نہ آجائے۔ تم لوگ ہوٹل کے پاس سے نہیں ہٹو گے۔"

"بہت بہتر انکل!" اس نے جواب دیا اور ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا:

"ہمیں کچھ دیر یہاں ٹھہرنا ہو گا۔ جب تک انکل کا ماتحت نہیں آ جاتا۔"

"تو پھر آؤ۔ ہوٹل میں چل کر بیٹھیں۔" فاروق نے کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ اگر جبار علی نے ہمیں دیکھ لیا تو وہ یہاں سے بھی بھاگ نکلے گا۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"کیوں۔ کیا وہ ہماری وجہ سے اپنے گھر سے بھاگا ہے۔" فاروق جل کر بولا۔

"نہیں۔ بھاگا تو خیر اس شخص کے ڈر سے ہے جس نے فرغام کو ہلاک کیا ہے، لیکن ہمیں دیکھ کر بھی اسے یہاں سے نکلنا ہو گا، کیونکہ اس طرح معاملہ راز تو رہ نہیں جائے گا۔"

"خیر۔ ہم یہیں ٹھہر جاتے ہیں۔"

"اب تو میں ابا جان سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہو چکی ہوں۔" فرزانہ بولی۔

بیس منٹ بعد ایک سادہ لباس والا انھیں نظر آ گیا۔ اس کے لباس سے انھوں نے پہچانا۔ سادہ لباس والے ایک خاص ڈھنگ کے لباس پہنتے تھے۔ اس کے پاس سے گزرتے وقت وہ کھنکارے۔ جواب میں وہ بھی کھنکارا اور گزرتا چلا گیا۔ اب وہ



ایک ٹیکسی میں بیٹھے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

گھنٹی کے جواب میں دروازہ بیگم جمشید نے کھولا:

"ارے۔ تو کیا ابا جان گھر میں نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے آئے ضرور تھے، لیکن پھر چلے گئے اور اب تک لوٹ کر نہیں آئے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"لو۔ کر لو ابا جان سے مشورہ۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر آؤ۔ دیکھتے ہیں۔" یہ کہہ کر محمود اندر داخل ہو گیا۔

انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور فون کے پاس آ بیٹھے، محمود نے فون پر خان عطا کے نمبر ڈائل کیے:

"ہیلو خان صاحب۔ ہمارے ابا جان یہاں تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ آپ لوگوں کے جانے کے بعد وہ ادھر نہیں آئے۔"

"کیا آپ اب بھی بتانا پسند نہیں کریں گے کہ ان کاغذات میں کیا تھا؟"

"میں تو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"ہوں! خیر آپ کی مرضی۔" محمود نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"ابا جان خان عطا صاحب کے ہاں بھی نہیں ہیں۔ اور وہ کہاں جا سکتے ہیں؟"

"یہ تو وہی بتائیں گے۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ تینوں کے چہروں پر رونق دوڑ گئی۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"ابا جان آگئے۔"

○

وہ ایک ساتھ دروازے پر پہنچے اور چٹخنی گرا دی۔ انھوں نے دیکھا، دروازے پر ان کے والد کے ساتھ خان رحمان بھی کھڑے تھے:

"اوہو! انکل بھی ساتھ ہیں۔ بھئی واہ۔"

"لیکن بھئی۔ دروازہ کھولنے کے لیے تینوں کو دروازے تک آنے کی کیا ضرورت تھی۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"جی بس۔ جوش میں چلے آئے۔" محمود نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"تو آپ انکل خان رحمان کے ہاں تھے اور ہم نے فون کیا تھا خان عطا کو، کیونکہ ہمارا خیال تھا، آپ وہاں ہوں گے۔"

"کسی زمانے میں خان عطا کے تعلقات تمھارے انکل سے بھی تھے، اس لیے میں ان کے ہاں چلا گیا تھا، تاکہ خان عطا کے بارے میں کچھ بات چیت ہو جائے۔ تم سناؤ کیا رہا۔"

"ماجد انصاری عرف فرغام کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے



خان عطا کی تجوری سے دراصل کچھ کاغذات چرائے تھے۔ خان عطا کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی تھی، لیکن اس نے کسی پر ظاہر نہیں کی، جب سب لوگ چلے گئے تو انھوں نے ماجد انصاری یعنی فرغام سے کہا۔ میں جانتا ہوں۔ تم نے میری تجوری سے کاغذات چرائے ہیں۔ لہٰذا وہ میرے حوالے کر دو۔ اس پر ماجد انصاری نے انھیں تلاشی دے دی۔ کاغذات اس کے پاس سے نہ نکلے۔ تو انھوں نے اسے جانے دیا۔ وہ باہر نکلا تو میں نے اس کی تلاشی لینے کی کوشش کی، لیکن وہ مجھے بے ہوش کر کے نکل گیا۔ تاہم فاروق اور فرزانہ نے اس کا تعاقب کیا۔ پھر ہم مل کر اس کے ٹھکانے پر پہنچے۔ ہمیں دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اسی وقت ایک شخص وہاں پہنچ گیا۔ فرغام نے اسے باس کہہ کر پکارا۔ یہاں ہماری اس سے جھڑپ ہوئی۔ اور وہ نکل بھاگا۔ باس سے پہلے فرغام نکل بھاگا تھا۔ جسے بھاگتے ہوئے فرزانہ نے دیکھ لیا، کیونکہ فرزانہ اس وقت فون کرنے گئی تھی۔ اس نے اس کا تعاقب کیا اور پھر تین ساتھیوں کو ایک کھنڈر نما مکان تک دیکھا۔ اس نے فرغام کو اس مکان میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہاں ہمیں اس کی لاش ملی۔ پھر ہم نے وہاں خان عطا کو بھی دھوکے سے بلایا۔ یہ کہہ کر کہ اگر آپ کو اپنے کاغذات کی ضرورت ہے تو یہاں پہنچ جائیں۔ وہ دوڑے آئے۔ لیکن فرغام کی لاش دیکھ کر پریشان ہو گئے کیونکہ

کسی نے اسے قتل کر کے اس کی دوہرے استر والی جیکٹ سے کاغذات نکال لیے تھے۔ اس کے بعد ہم فرغام کے گھر بھی گئے۔ اس کے بوڑھے ماں باپ سے ملے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ پہلے تجوریوں کی فرم میں ملازم تھا۔ اس کا ایک دوست جبار علی بھی اس کے ساتھ ملازم تھا، پھر دونوں نے اچانک ملازمت چھوڑ دی اور تجوریاں توڑنے کا مجرمانہ پیشہ اختیار کر لیا، لیکن چونکہ جبار علی سامنے نہیں آتا تھا، اس لیے وہ کبھی بھی نہیں پکڑا جا سکا۔ ہم جبار علی کے گھر پہنچے۔ ہم سے بات چیت کے نتیجے میں وہ خوف زدہ ہو گیا۔ خاص طور پر یہ سن کر کہ اس کا دوست فرغام مارا جا چکا ہے۔ ہمارے گھر سے رخصت ہوتے ہی وہ بھی اپنے گھر سے بھاگ نکلا اور اب ہوٹل گلنار میں ٹھہرا ہوا ہے۔ ایک شخص اس کی نگرانی پر مقرر ہے۔"

"بھئی واہ۔ کافی کام کر چکے ہو۔ اب ذرا اپنے انکل کی کہانی بھی سن لو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی۔ کیا فرمایا۔ انکل کی کہانی۔" وہ حیران رہ گئے۔

"ہاں بھئی۔ اس سلسلے میں ایک کہانی تمھارے انکل بھی سنائیں گے، جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، کسی زمانے میں خان عطا ان کے دوست رہ چکے ہیں۔"

"تب ہم یہ کہانی بہت مزے سے سنیں گے۔" محمود مسکرایا۔

"شکریہ!" خان رحمان یہ کہہ کر مسکرائے، پھر انھوں نے کہنا



شروع کیا:

"خان عطا بھی فوجی ملازم رہ چکے ہیں۔ فوج میں یہ میرے دوست تھے۔ ایک بار دشمن ملک شادجستان سے جنگ چھڑی تو یہ اس کی قید میں بھی چلے گئے تھے۔ قید سے رہائی کے بعد انھیں ریٹائر کر دیا گیا تھا۔ میں ان کے بہت بعد میں ریٹائر ہوا۔ ایک دو بار ان سے ملنے بھی گیا، لیکن ان میں پرانی گرم جوشی نہ پا کر میں نے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ بس یہ ہے میری کہانی تو۔"

"بس انکل۔ اتنی مختصر سی کہانی۔" فرزانہ حیران ہو کر بولی۔

"ہاں بھئی۔ کہانی ہے تو بہت مختصر، لیکن ہے بہت دلچسپ۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بہت دلچسپ۔ لیکن ابا جان۔ ہمیں تو اس کہانی میں دلچسپی والی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی۔" محمود حیران ہو کر بولا۔

"تمھارے انکل کا بھی یہی خیال ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب۔ کیا خیال ہے انکل کا؟"

"یہ کہ یہ کہانی ذرا بھی دلچسپ نہیں، لیکن اس کے باوجود یہ مجھے بہت دلچسپ لگی ہے۔"

"کمال ہے۔ بلکہ حیرت ہے۔" فاروق نے کہا۔

"آخر آپ نے اس کہانی سے کیا نتیجہ نکالا ہے؟"

"مجھے یہ بات معلوم تھی کہ خان عطا کسی زمانے میں فوج میں رہ

پکڑے ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ تمھارے انکل کے ساتھی بھی تھے۔ میں تو بس یونہی ان کے پاس چلا گیا اور یہ قیمتی کہانی ہاتھ لگ گئی۔"

"یقیناً۔ پہلے تو کہانی صرف دلچسپ تھی۔ اب قیمتی بھی ہو گئی۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ تم لوگوں نے مجرم کو پکڑنے کی کوئی ترکیب سوچی یا نہیں؟"

"ایک ترکیب ذہن میں آئی تو ہے ابا جان، لیکن اُلجھن یہ ہے کہ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چکر کیا ہے، اُس وقت تک یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ترکیب کارگر رہے گی یا نہیں۔ ہم اب تک صرف اتنا جان سکے ہیں کہ خان عطا صاحب کی تجوری سے ماجد انصاری عرف فرغام نامی آدمی نے کچھ کاغذات چرائے تھے۔ اس سلسلے میں سجاد علی بھی اس کا ساتھی تھا۔ وہ کاغذات فرغام سے کسی باس نامی آدمی نے چوری کرائے تھے۔ اور شاید وہی ماجد انصاری یعنی فرغام کو قتل کرکے کاغذات نکال لے گیا۔"

"تمھاری ترکیب کیا ہے فرزانہ؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمارے پاس ایک معمولی سا سراغ ہے۔ دعوت والے کمرے میں مجھے ایک خاص خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ وہی خوشبو میں نے



اس کھنڈر نما مکان میں محسوس کی۔ اب اگر ہم دعوت والے سب لوگوں کو پھر ایک جگہ جمع کریں۔ تو مجرم کو گرفتار کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ترکیب اچھی ہے، لیکن اگر مجرم وہ خوشبو لگا کر نہ آیا تو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! یہ اُلجھن بھی ہے۔ لیکن بہرحال یہ تجربہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خان عطا سے بات کرتا ہوں۔"

انھوں نے فون پر نمبر گھمائے اور سلسلہ ملنے پر بولے:

"ہیلو۔ خان عطا صاحب۔ انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"اوہو۔ آپ ہیں۔ آپ تو ایسے گئے کہ پھر لوٹ کر ہی نہیں آئے۔"

"میں ذرا دوسری طرف اُلجھ گیا تھا۔ ہاں تو ہم نے مجرم کو پکڑنے کی ایک ترکیب سوچی ہے۔ اس ترکیب پر عمل صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب آپ اپنے ان تمام دوستوں کو ایک بار پھر بلائیں۔"

"بھلا اتنی جلدی کس طرح بلا سکتا ہوں انھیں۔"

"یہ کیا مشکل ہے۔ ایک فوری ضرورت کے تحت انھیں بلایا جا سکتا ہے۔"

"لیکن جناب — میں اب اس سلسلے میں کوئی قدم اُٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتا — میں نے اپنے وکیل سے بات کر لی ہے۔ وہ کاغذات پورے کے کسی کام نہیں آ سکتے — ہم کاغذات دوسرے بنوا لیں گے — لہٰذا میں ایسا کوئی جھنجٹ مول لینے کے لیے تیار نہیں — آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"ایک منٹ جناب — کیا آپ بھول گئے کہ اس سلسلے میں ایک شخص کو ہلاک بھی کیا جا چکا ہے — اگر وہ کاغذات ان کے کسی کام کے نہیں تو پھر قاتل کو کیا ضرورت تھی — ان کے لیے ماجد انصاری کو ہلاک کرتا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں نہیں جانتا — اسے کیا ضرورت تھی — بہرحال مجھے اب ان کاغذات کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہتر — تو پھر خاک ڈالیے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے فون کا ریسیور رکھ دیا، ان کے چہرے پر ناخوش گوار اثرات نمودار ہو گئے:

"خان عطا کو اب ان کاغذات میں کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔"

"چلو — جھگڑا ختم ہوا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے — کہ جھگڑا ختم نہیں ہوا — فرغام کو ہلاک



کیا گیا ہے — اور ہمیں اس کے قاتل کو تو گرفتار کرنا ہی پڑے گا — خان عطا کو چاہے کاغذات کی ضرورت ہو یا نہ ہو — خیر — اس کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ ہم مہمانوں سے خود جا جا کر مُلاقات کریں اور چونکہ وہ خوشبو فرزانہ سونگھ سکتی ہے — اس لیے فرزانہ کو ساتھ رکھنا ہوگا۔"

"میں ہر طرح تیار ہوں۔"

"تو پھر آؤ — خان عطا سے مہمانوں کی فہرست تو لے ہی آئیں۔" وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

خان رحمان کی کار میں بیٹھ کر وہ خان عطا کی کوٹھی پہنچے۔ گھنٹی کے جواب میں مُلازم باہر آیا اور پھر انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا — جلد ہی قدموں کی آواز سُنائی دی — پھر خان عطا اندر داخل ہوئے — ان کے چہرے پر اُلجھن تھی — اندر داخل ہوتے ہی وہ بولے:

"اوہو — خان رحمان بھی ساتھ نظر آ رہے ہیں — انسپکٹر جمشید صاحب — میں کہہ چکا ہوں — اب ان کاغذات میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

یہ کہتے ہوئے خان عطا نزدیک آ گئے — ایسے میں فرزانہ کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں — انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور خان رحمان نے یہ بات واضح طور پر محسوس کی۔

# یہ کہ کیا

"ٹھیک ہے خان صاحب۔ آپ کو اب ان کاغذات میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان کاغذات کے سلسلے میں ایک شخص کو جان سے مار ڈالا گیا ہے۔ ہمیں تو اس کے قاتل کا پتا چلانا ہی ہو گا۔ لہذا اگر آپ ہماری ترکیب پر عمل نہیں کر سکتے تو پھر اپنے مہمانوں کی فہرست تو ہمیں دے دیں۔"

"گویا آپ میرے تمام دوستوں کو پریشان کریں گے۔"

"جی نہیں۔ بس سرسری انداز میں چند سوال ہر ایک سے کیے جائیں گے، کیونکہ مجبور ہیں۔ قتل کا سراغ لگانا ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ میں فہرست لا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

جونہی وہ کمرے سے نکلے۔ ان سب کے رخ فرزانہ کی طرف ہو گئے۔

"کیا بات ہے فرزانہ؟" انسپکٹر جمشید بولے۔



"بالکل وہی خوشبو میں نے خان علا کے جسم سے اٹھتی محسوس کی ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"تت۔ تو کیا۔ تو کیا۔" محمود ہکلا کر رہ گیا۔

"اس قدر جلد نتیجہ نہ نکالو۔" فرزانہ اس کی طرف الٹ پڑی۔

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور وہ خاموش ہو گئے۔ خان علا اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک نوٹ بک تھی۔

"اس نوٹ بک میں ان تمام دوستوں کے نام موجود ہیں۔ جنہیں دعوت میں بلایا گیا تھا۔"

"شکریہ جناب۔ آپ ملک سے کب جا رہے ہیں؟"

"پندرہ دن بعد کی سیٹیں بک ہیں ہماری۔"

"گویا آپ بیوی اور بچوں کے ساتھ جائیں گے۔"

"ہاں! بالکل۔"

"اور باقی ماندہ زندگی وہیں گزاریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"آخر کیوں۔ اپنا ملک چھوڑنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی آپ کو؟"

"ہمارے ملک میں ترقی کے مواقع بہت ہی کم ہیں۔ اس کے

"تصویر والا معاملہ کیا؟" خان رحمان چونک اٹھے۔

"وہ نوجوان جس نے کاغذات چرائے تھے۔ عجیب انداز سے دعوت میں شریک ہوا تھا۔" انسپکٹر جمشید انھیں بتانے لگے۔

"حیرت ہے۔ اس تصویر کو آتش دان پر رکھنے کا کیا مقصد تھا۔" خان رحمان بولے۔

"اوہ! اب میں سمجھا۔ انھیں کاغذات سے دلچسپی کیوں نہیں رہی۔" فاروق چونک اٹھا۔

"کیا سمجھے؟" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"چونکہ انھوں نے فرغام کو قتل کر کے وہ کاغذات حاصل کر لیے ہیں، اس لیے اب انھیں حاصل کرنے سے بھلا کیا دلچسپی رہ سکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔ بالکل ٹھیک۔ اب اگر تصویر والا معاملہ بھی صاف ہو جائے تو ہم قاتل پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تصویر والا معاملہ فرزانہ واضح کرے گی۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ ضرور۔" اس نے کہا۔ اور سوچ میں ڈوب گئی۔

ان کی کار اب پھر گھر کی طرف جا رہی تھی۔ گھر جانے کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ ایسے میں محمود نے چونک کر کہا:



علاوہ اور کوئی بات نہیں۔"

"اچھا جناب۔ اب ہم چلیں گے۔" انھوں نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

باہر نکل کر وہ کار میں بیٹھ گئے۔

"بھئی خان رحمان۔ تم سے تو انھوں نے ایک جملہ بھی نہیں بولا، بس یہ کہا تھا۔ اوہو، خان رحمان بھی ساتھ ہیں۔"

"ہاں! میں حیران ہوں۔ نہ جانے یہ مجھ سے کیوں کھنچے کھنچے رہنے لگے تھے۔ یہی محسوس کر کے تو میں نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا۔"

"اور ہم سے بھی اب یہ بہت روکھے انداز میں پیش آئے ہیں، آخر وجہ کیا ہے؟"

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیا وجہ ہے۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

"اور اب اس دعوت والی ترکیب کا بھی کوئی فائدہ نہیں رہا، وہ خوشبو تو خود خان علا کے کپڑوں سے آ رہی تھی۔ اب کیا کہتے ہو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"صرف یہ کہ اس کیس نے ہمیں گھن چکر بنا دیا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اور نہ تصویر والا معاملہ سمجھ میں آیا۔"

"ابا جان! ہم ایک اہم مہرے کو بھول رہے ہیں۔ اور وہ مہرہ ہے جبار علی۔"

"میں بھی سوچ رہا تھا کہ ہم کیا بھول رہے ہیں۔ خان رحمان کار ہوٹل گلنار کی طرف موڑ دو۔ اب اس سے ملاقات بہت ضروری ہو گئی ہے۔"

"اچھا!" انھوں نے کہا اور کار مڑ گئی۔

تیز رفتاری سے کار چلاتے وہ ہوٹل گلنار پہنچ گئے۔ کار سے باہر نکل کر انسپکٹر جمشید سر کی طرف ہاتھ لے گئے اور چاروں طرف دیکھا، یہ اشارہ تھا سادہ لباس والے کی طرف۔ جلد ہی وہ سرسری انداز میں چلتا ان کی طرف آیا اور پاس سے گزرتے ہوئے اس نے دبی آواز میں کہا:

"کمرہ نمبر ۳۲۔"

"آؤ بھئی۔ وہ کمرہ نمبر ۳۲ میں ہے۔"

وہ ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئے۔ ہوٹل میں بے تحاشہ رونق تھی، تمام میزیں بھری ہوئی تھیں۔ ایک بیرا ان کی طرف بڑھا اور بولا:

"دوسری منزل کے ہال میں کچھ میزیں خالی ہیں جناب۔"

"شکریہ۔" انھوں نے کہا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹر کلرک نے جونہی ان کی طرف دیکھا، چونک اٹھا:



"آپ۔ سر آپ۔"

"ہاں بھئی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کمرہ نمبر ۳۲ کے مسافر سے ملنا ہے ذرا۔"

"کسی کو ساتھ بھیجوں؟" اس نے کہا۔

"نہیں! ہم خود ہی چلے جائیں گے، لیکن مہربانی فرما کر اسے فون ہرگز نہ کرنا۔ اگر وہ مجھ سے بات کیے بغیر ہوٹل سے نکل گیا تو پھر تمھارے لیے مشکل ہو جائے گی۔" وہ مسکرائے۔

"میرا دماغ نہیں پھرا کہ اسے فون کروں۔ آپ بے فکر ہو کر چلے جائیے۔ ساتھ والے برآمدے میں آخری کمرہ ہے۔"

"شکریہ!" انھوں نے کہا اور اس طرف بڑھے۔

کمرہ نمبر ۳۲ کے سامنے پہنچ کر انھوں نے دستک دی۔ اندر سے فوراً آواز آئی:

"بھئی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ جب ضرورت ہوگی، بلا لوں گا۔"

انھوں نے کچھ کہے بغیر پھر دستک دی، اندر سے جھلا کر کہا گیا:

"کہہ جو دیا۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بھاگ جاؤ۔"

انسپکٹر جمشید مسکرائے اور تیسری مرتبہ پھر دستک دی۔ اس مرتبہ کوئی پاؤں پٹختا ہوا دروازے تک آیا اور زور دار انداز میں

دروازہ کھول دیا۔ انھوں نے دیکھا، دروازہ جبار علی نے کھولا تھا۔ جبار علی نے جو انھیں دیکھا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ساتھ ہی وہ اندر داخل ہو گئے۔ انسپکٹر جمشید نے مڑتے ہوئے دروازہ بند کر دیا اور چٹخنی لگا دی۔

"کک۔کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

○

"کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہو مسٹر؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ باتیں کریں گے، اگر تم نے اکڑ دکھائی تو تمھیں سیدھا بھی کر دیں گے۔"

"میں نہیں سمجھتا۔آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"حالانکہ۔میرا خیال ہے۔تم میری باتیں اچھی طرح سمجھ رہے ہو۔"

"خیر۔تشریف رکھیے۔بتائیے۔آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"خان عطا کی دعوت میں فرغام کی تصویر آتش دان پر کس کے ذریعے رکھوائی گئی تھی۔"



"پتا نہیں۔آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"سنو۔انجان بن کر تم نقصان میں رہو گے۔میں تمھارے باس کو فون کر دوں گا کہ تم یہاں پکڑے گئے ہو، اس کے بعد تم جانتے ہی ہو، تمھارا کیا انجام ہو گا۔ باس تمھارے خون کا پیاسا بنا بیٹھا ہے۔"

"پتا نہیں۔آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"خیر۔تم یوں نہیں مانو گے۔سنو۔میں کیا کچھ جانتا ہوں۔ باس نے تم سے معاملہ طے کیا تھا۔یہ کہ خان عطا کی تجوری میں سے کاغذات اُڑا کر اس کے حوالے کر دیے جائیں۔اس کا معاوضہ بھی طے کر لیا ہو گا۔تم نے یہ کام اپنے ساتھی اور دوست فرغام کے ذریعے لینے کا پروگرام بنایا۔ باس نے دعوت میں شریک ہونے والے مہمانوں میں سے چند ایک کے نام بھی تم لوگوں کو بتائے ہوں گے۔تاکہ تم ان میں سے کسی ایک کا کارڈ چرا سکو۔ چنانچہ تم نے شاکر نعیمی کا کارڈ چرا کر فرغام کو دے دیا اور اس کے چہرے پر بہت مہارت سے میک اپ بھی کر دیا۔وہ مہمانوں میں شریک ہو گیا اور پھر خود ہی آتش دان پر بھی اپنی تصویر کی طرف سب کی توجہ دلا دی۔ہو سکتا ہے تصویر بھی اسی نے آتش دان پر رکھ دی ہو۔اور ایسا اس نے لوگوں کی نظر بچا کر کیا ہو۔"

"لیکن کیوں آیا جان۔آخر تصویر وہاں رکھنے اور پھر لوگوں کی

توجہ تصویر کی طرف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" فرزانہ بول اٹھی۔
"ابھی تک میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ سنتے جاؤ۔" انھوں نے
کہا اور پھر کہنا شروع کیا:
"بہرحال اس کے بعد وہ تجوری والے کمرے میں چلا گیا اور
کاغذات چرا لیے۔ لیکن اس موقعے پر محمود اور فاروق دخل اندازی
کر بیٹھے اور معاملہ گڑبڑ ہو گیا۔ اس کے باوجود فرغام کاغذات
لے جانے میں کامیاب ہو گیا، کیونکہ مہمانوں کو اس نے اپنی
بہن کی کہانی سنا کر متاثر کر دیا تھا۔ لیکن خان عطا کاغذات
کی چوری کو بھانپ چکے تھے۔ نہ جانے ان کاغذات میں کیا تھا
کہ وہ سب کے سامنے کاغذات کی چوری کا ذکر نہ کر سکے۔
سب کے جانے کے بعد انھوں نے فرغام کی تلاشی لی اور جب
کاغذات اس کے پاس سے نہ ملے تو اسے جانے دیا۔ اس کے
بعد فرغام کو ہلاک کر کے کاغذات حاصل کر لیے گئے۔ سوال یہ ہے
مسٹر جبار علی۔ باس کون ہے۔ اور کاغذات اب کہاں ہیں۔ ان میں کیا
ہے۔ تصویر آتش دان پر کیوں رکھی گئی؟"
"افسوس! میرا ان تمام معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا
میں کیا بتا سکتا ہوں؟"
"اگر تمھارا ان تمام واقعات سے کوئی تعلق نہیں تو پھر تم اپنے
گھر میں موجود کیوں نہیں ہو۔ یہاں کیوں چھپ کر بیٹھ گئے ہو۔"



انسپکٹر جمشید بولے۔
جبار علی کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے اور وہ ادھر
ادھر دیکھنے لگا۔
"ادھر ادھر دیکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ تمھیں بتانا ہوگا۔ اگر نہ
بتاؤ گے تو تھانے چلنا ہوگا۔ یا پھر باس کے ہاتھوں مرنے کے
لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ تمھاری تاک میں ہے۔ اور اس وقت تک تمھارے
پاس اس لیے نہیں پہنچ سکا کہ اسے تمھارے نئے ٹھکانے کا پتا معلوم
نہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں ساری بات بتانے کے لیے تیار ہوں، لیکن
شرط یہ ہے کہ میرے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔ سزا میں کمی
کی سفارش کی جائے گی۔"
"اس پر بعد میں غور ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
"اچھا خیر۔ میں آپ پر اعتماد کروں گا۔ سنیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ
یہ کام باس نامی شخص نے میرے ذمے لگایا تھا، لیکن اس میں
بھی کوئی شک نہیں کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس نے فون پر مجھ
سے معاملہ طے کیا تھا اور شاید آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔ بہرحال
میں نے اس سے سودا طے کر لیا اور فرغام کے ذمے لگا دیا۔
تصویر والی ہدایت اسی باس کی تھی کہ پارٹی اپنے ساتھ اپنی تصویر
بھی لے کر جائے اور خود ہی تصویر کی طرف لوگوں کی توجہ

بھی دلائے ۔ ایسا اس نے کیوں کرایا — یہ مجھے نہیں معلوم — بہرحال کاغذات حاصل کرکے فرغام مجھ تک نہیں پہنچا — حالانکہ پروگرام یہی تھا — باس شاید بہت چالاک ہے — وہ پہلے ہی فرغام کے ساتھ ساتھ لگا ہوا تھا — لہٰذا اس نے موقع پا کر کاغذات اس سے حاصل کر لیے اور اسے ختم کر دیا — جب میں نے یہ سنا تو مجھے اپنے بارے میں خوف محسوس ہوا کہ باس اب مجھے بھی ہلاک کر دے گا — اس لیے میں یہاں چلا آیا — یہ ہوٹل بہت محفوظ ہے۔"

"لیکن باس اس کھنڈر تک کیوں پہنچا اور فرغام کیوں کھنڈر میں گیا؟" انسپکٹر جمشید نے اعتراض کیا۔

"میں خود حیران ہوں کہ ایسا کیوں ہوا۔"

"تو مجھ سے سنو — باس نے فرغام سے بات کی ہوگی کہ کاغذات تمہیں دکھائے بغیر ہی اس کے حوالے کر دے، اس طرح وہ اور زیادہ معاوضے کا حق دار ہوگا — چنانچہ لالچ میں آ کر فرغام نے کاغذات براہِ راست اس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لیے وہ کھنڈر طے ہوا — باس وہاں پہلے ہی پہنچ گیا، کیونکہ اس کا تو پروگرام ہی اور تھا — جونہی فرغام اندر داخل ہوا اس نے اینٹ سے اُس کے سر پر وار کیا اور اسے ہلاک کرکے کاغذات نکالے اور چھت کے سوراخ سے نکل گیا، تاکہ فوراً ہی کوئی لاش نہ دیکھ لے — یہ ہے اصل کہانی — اب صرف



ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ باس کون ہے اور وہ تصویر کیوں سب کو یا کم از کم خان عطا کو دکھانا چاہتا تھا۔" انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے — سب سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر کئی منٹ بعد فرزانہ نے سر اُٹھایا اور بولی:

"یہ معما اسی صورت حل ہو سکتا ہے جب باس ہمارے ہاتھ لگ جائے — یا خان عطا ساری بات بتانے پر آمادہ ہو جائیں۔"

"ہاں! لیکن خان عطا کچھ بتانے پر آمادہ نہیں اور باس کا ہمیں کوئی پتا نہیں — اب کریں تو کیا کریں؟"

"یہ کر —" فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

"یہ کر گیا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جس جس پر آپ کو شک ہے — اس اس کو فون پر اطلاع دیں کہ جبار علی ہوٹل گلنار کے کمرہ نمبر ۴۲ میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"کیا!!" جبار علی چلا اُٹھا —

# ترکیب

اس کا رنگ اُڑ گیا۔ جسم میں تھرتھری دوڑ گئی۔ انھوں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا:

"بھئی آخر اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ بھلا وہ تمھیں کیوں ہلاک کرے گا۔ اسے کیا ضرورت ہے تمھیں ہلاک کرنے کی، تم تو جانتے ہی نہیں، وہ کون ہے" انسپکٹر جمشید حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"ہاں! آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں، میرا دماغ خراب تھا کہ اپنے گھر سے یہاں چلا آیا۔ بھلا وہ مجھے کیوں ہلاک کرے گا۔ دراصل مجھے فرغام کی موت نے خوف زدہ کر دیا تھا۔ اور خوف نے میرے ہوش و حواس چھین لیے تھے، لیکن جب اسے کوئی ضرورت ہی نہیں ہے کہ مجھے ہلاک کرے تو پھر آپ اس ترکیب پر کیوں عمل کر رہے ہیں"

"بھئی آخر ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا" فاروق نے منسی



صورت بنائی۔

"میں درخواست کروں گا، اس ترکیب پر عمل نہ کریں، وہ مجھے ضرور ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا"

"بھئی کبھی کچھ کہتے ہو، کبھی کچھ" محمود نے جھنجلا کر کہا۔

"اچھا خیر۔ دیکھا جائے گا۔ آؤ بھئی چلیں" انسپکٹر جمشید اٹھتے ہوئے بولے۔

"کیا فرمایا۔ آؤ بھئی چلیں۔ تو کیا آپ نے واقعی اس ترکیب پر عمل کرنے کا پروگرام ختم کر دیا ہے"

"ابھی ختم تو نہیں کیا۔ کچھ غور کرنا پڑے گا"

آخر وہ باہر نکل گئے۔ سجاد علی نے ان کے نکلتے ہی کمرہ بند کر لیا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ شخص بہت زیادہ خوف زدہ ہے۔ آخر کیوں؟"

"کیا خبر۔ یہ پاس کو جانتا ہو"

"ہوں۔ ہم نے ترکیب تو سوچ لی، لیکن اس ترکیب میں ایک بہت بڑا نقص ہے۔ اس بنے میں سجاد علی کے پاس سے اٹھ آیا" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی کیا مطلب۔ کون سا نقص؟"

"آخر ہم خان عطا اور ان کے دوستوں کو کس طرح اطلاع دیں

گے کہ جبار علی ہوٹل گلزار کے کمرہ نمبر ۳۲ میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

"اوہ ہاں واقعی۔ سیدھی سادی اطلاع دینے کا مطلب تو یہ ہوگا کہ وہ مجرم ہمارے جال میں نہیں آئے گا۔" محمود چونکا۔

"یہی میں کہتا ہوں۔ لہٰذا پہلے اس پر غور کر لو۔"

ان کے قدم کار کی طرف اٹھنے لگے۔ دور سے ہی انہیں سادہ لباس والا آتا نظر آگیا۔ جونہی وہ نزدیک پہنچا، انسپکٹر جمشید نے اس سے کہا:

"نگرانی بدستور جاری رہے گی۔ بلکہ اپنی مدد کے لیے ایک اور آدمی کو بلا لیں۔ ہو سکتا ہے۔ جبار علی اس جگہ سے بھی فرار ہونے کی کوشش کرے۔ اس صورت میں اس کا تعاقب بہت احتیاط سے کرنا ہوگا۔ اسے ہوا بھی نہ لگے۔"

"او کے سر!"

وہ کار میں بیٹھ کر گھر آگئے:

"کیوں بھئی۔ کسی کی سمجھ میں ترکیب آئی یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی تک تو نہیں آئی ابا جان، لیکن امید ہے آئے گی ضرور، اگر میری اور محمود کی سمجھ میں نہیں آئے گی تو کم از کم فرزانہ تو پیچھے نہیں رہے گی۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ باتیں کم اور عقل زیادہ دوڑاؤ۔ ہمیں اس ترکیب کی



بہت ضرورت ہے۔ خان رحمان۔ تم بھی ترکیب سوچو، کیا خبر تمہارے ذہن میں ہی ترکیب آجائے۔"

"اچھی بات ہے، میں بھی غور کرتا ہوں۔"

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے، ایسے میں بیگم جمشید کھانا لے آئیں اور بوکھلا اٹھیں:

"خیر تو ہے۔ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

"ہمیں ترکیب ہو گئی ہے امی جان۔" فاروق منمنایا۔

"ترکیب ہو گئی۔ کیا مطلب؟"

"جی۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمیں ایک عدد ترکیب سوچنی ہے۔ اس لیے سب سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"

"اوہ! تب تو مجھے بھی مدد کرنی چاہیے۔ مجھے بتاؤ، کیا ترکیب سوچنی ہے۔"

"کیا خیال ہے ابا جان۔ امی جان کو بھی صورت حال بتائی جائے؟"

"ہاں ضرور۔ کیا خبر۔ آج ان کا دماغ ہی چل جائے۔" انسپکٹر جمشید مسکرا کر بولے۔

"کیا کہا۔ میرا دماغ چل جائے، خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا وقت آئے۔"

"تم غلط سمجھیں بیگم۔ میرا مطلب تھا، کیا خبر۔ تمہارا دماغ

ہی کام کر جائے۔"

"اوہ اچھا۔ میں ضرور کوشش کروں گی۔"

محمود انہیں بھی صورتِ حال سمجھانے لگا، پھر وہ کھانا کھانے لگے۔ ایسے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی، انسپکٹر جمشید نے جلدی سے ریسیور اٹھایا اور بولے:

"انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"وہ۔ ہوٹل گلنار چھوڑ چکا ہے سر۔ اس کا تعاقب شروع کیا جا چکا ہے۔"

"بہت خوب۔ مجھے یہی امید تھی۔ دیکھو وہ نکل نہ جائے۔ ورنہ ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔ میں نے ایک کی بجائے دو اور آدمی بلا لیے تھے۔ وہ دونوں اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ وائرلیس پر باقاعدہ اشارہ دے رہے ہیں اور اب میں بھی تعاقب میں نکل رہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ جبار علی سے آگے نکل جاؤں، تاکہ وہ دونوں اس حد تک پیچھے ہو جائیں کہ جبار علی کو کوئی شک نہ گزرے۔"

"بہت اچھی ترکیب ہے۔ ویری گڈ! جونہی وہ کہیں قیام کرے، مجھے اطلاع دینا۔"

"جی بہتر۔ آپ فکر نہ کریں۔"



انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی۔ وہ ہوٹل گلنار سے بھاگ نکلا۔ جانتے ہو کیوں۔ تاکہ اگر ہم اس کے باس کو اس کی ہوٹل گلنار میں موجودگی کی اطلاع بھی دے دیں تو بھی وہ خطرے میں نہ پڑے۔"

"ہوں، خیر۔ اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمیں تو ضرورت ہے ایک عدد ترکیب کی۔ نہ جانے آج ترکیبوں کو کیا ہوئی۔ کہ ذہن میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہیں۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"بھئی ہمت سے کام لو۔ عقل کو ہاتھ مارو۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ہم بے چارے کیا عقل کو ہاتھ ماریں گے انکل۔ آج تو فرزانہ کی عقل بھی ٹھس ہو کر رہ گئی ہے۔" محمود بولا۔

"دیکھو۔ مجھے طعنہ نہ دینا۔ ورنہ۔" فرزانہ تلملا اٹھی۔

"ورنہ کیا کر لو گی تم۔ ترکیب تو سوچ کر دکھاؤ پہلے۔" فاروق مسکرایا۔

"اگر تم نے آپس میں لڑائی شروع کر دی تو ترکیب کیا ہم سوچیں گے۔" انسپکٹر جمشید بگڑ اٹھے۔

وہ مسکرا دیے اور ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ یہاں تک کہ کھانے سے بھی فارغ ہو گئے، لیکن ترکیب پھر بھی سمجھ

سمیں نہ آئی۔

"شاید اس سے مشکل ترکیب سوچنے کا موقع ہمیں کبھی نہ ملا ہوگا۔" محمود بڑبڑایا۔

"ٹھہرو ٹھہرو۔ ایک ترکیب میرے ذہن کا رُخ کر رہی ہے۔" فرزانہ گھبرا کر بولی۔

"یا اللہ رحم۔ ترکیب ذہن کا رُخ کر رہی ہے۔ کہیں ادھر اُدھر سے نہ نکل جائے۔" فاروق گھبرا گیا۔ خان رحمان بے تحاشہ ہنس پڑے۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی پھر بجی۔ ساتھ ہی دروازے کی گھنٹی کسی نے بجائی۔

"میں فون سنتا ہوں۔ محمود تم دروازے پر جاؤ۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"جی بہتر۔" محمود نے کہا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا دروازے کی طرف چلا گیا۔

"ہیلو۔ انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"یہ میں ہوں سر۔" اسی سادہ لباس والے کی آواز سنائی دی۔

"سناؤ بھئی۔ کیا رہا؟"

"وہ ایک غیر آباد جگہ پہنچ گیا ہے سر۔ اس جگہ پر ایک



ویران مکان ہے۔ اس کے چاروں طرف کوئی مکان یا عمارت نہیں ہے۔ نہ ہی کھیت اور درخت ہیں۔ گویا وہ چاروں طرف نظر رکھ سکتا ہے۔ اور کسی بھی طرف سے کوئی بھی شخص اس کی طرف کیوں نہ بڑھے، وہ اسے بہت پہلے ہی دیکھ لے گا۔"

"اوہ۔ اچھا۔ یہ بتائیے۔ یہ مکان کس طرف ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"شمال مغرب میں جو سڑک رام پور کو جاتی ہے۔ اس سڑک کے ساتویں کلومیٹر پر دائیں طرف سڑک سے اُتر جائیں، اور آگے بڑھتے رہیں۔ تو وہ ویران مکان دکھائی دے جاتا ہے۔"

"ہوں۔ وہیں جمے رہو۔ جاوید علی یہاں سے بھی اگر نکل کر کسی طرف جائے تو پھر اس کا تعاقب کرو۔" انھوں نے ہدایت دی۔

ریسیور رکھ کر نظریں اوپر اُٹھائیں تو محمود کے ساتھ اکرام کھڑا نظر آیا۔

"آؤ اکرام۔ خیر تو ہے؟"

"جی ہاں۔ ہر طرح خیریت ہے۔ سادہ لباس والے کا فون ملا تھا۔ حالات سن کر چلا آیا۔"

"ہاں! اس بار مجرم پر ہاتھ ڈالنا کافی ٹیڑھی کھیر ثابت ہو رہا ہے۔ دراصل ہم ایک ترکیب سوچنے کی فکر میں ہیں۔ لیکن ترکیب ہے کہ سوچنے میں آ ہی نہیں رہی۔ تم بھی بیٹھ جاؤ۔ اور اس سوچ میں شامل ہو جاؤ۔" انھوں نے کہا۔

"مطلب یہ انکل کہ ہم آپ کو بھی سوچ کی دعوت دیتے ہیں!" فاروق مسکرایا۔

"بہت بہت شکریہ۔ دعوت ہو تو ایسی۔" اکرام نے ہنس کر کہا اور بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر وہ سوچ میں گم ہو گئے۔ آخر تھوڑی ہی دیر بعد فرزانہ نے سر اٹھایا:

"لیجیے ابا جان۔ ترکیب حاصل کیجیے!" فاروق بول اٹھا۔ فرزانہ نے اسے گھورا، پھر بولی:

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو ہے ابا جان، لیکن یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ قابلِ قبول بھی ثابت ہو گی یا نہیں۔"

"یہ ہم بعد میں سوچیں گے۔ پہلے تم ترکیب تو بتاؤ۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر سنیے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں، مجرم کو کسی طرح یہ اطلاع دے دیں گے جابر علی کس جگہ چھپا ہوا ہے، لیکن اسے اطلاع اس طرح دینی ہے کہ وہ شک میں مبتلا نہ



ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ اطلاع آپ کو ان تمام لوگوں کو دینی ہے، جو شک کی زد میں آتے ہیں۔ تاکہ ان میں سے جو بھی مجرم ہے۔ وہ جابر علی کی طرف بھاگ کھڑا ہو اور ہم اسے دبوچ لیں۔"

"یہ تم ترکیب بتا رہی ہو یا ترکیب کی تفصیل۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"سوری۔ اب اصل ترکیب کی طرف آتی ہوں۔ ہم لوگ پہلے ہی اس مکان کے آس پاس جا کر چھپ جاتے ہیں۔ اب انکل اکرام باری باری ان لوگوں کے فون نمبر ڈائل کرنا شروع کریں گے۔ جونہی سلسلہ ملے۔ وہ کہنا شروع کر دیں:

"ہیلو سر۔ میں سب انسپکٹر اکرام بول رہا ہوں۔ جابر علی کا پتا چل گیا ہے۔ وہ رام پور جانے والی سڑک کے ساتویں میل پر دائیں طرف ایک ویران مکان میں موجود ہے۔"

بس اس قدر پیغام یہ ہر ایک کو دے دیں گے۔ صاف ظاہر ہے۔ مجرم یہی خیال کرے گا کہ انکل فون تو کرنا چاہتے تھے آپ کو، لیکن اتفاق سے بلکہ اس کی خوش قسمتی سے سلسلہ مل گیا اسی سے۔ لہٰذا اسے جابر علی کی طرف دوڑ پڑنا چاہیے۔ تاکہ پولیس سے پہلے پہنچ کر اس کا کانٹا نکال دے۔ یہ ہے ترکیب۔" اتنا کہہ کر فرزانہ خاموش ہو گئی۔

انھوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید کے چہرے پر جوش کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ آخر انھوں نے کہا:

"تمھیں مان گیا فرزانہ۔ اس سے بہتر ترکیب کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"



# سنسنی خیز معاملہ

رات تاریک تھی۔ وہ اس ویران مکان کے آس پاس دبکے ہوئے تھے۔ ان کے پروگرام کے مطابق اس وقت تک اکرام خان عطا اور اس کے مہمانوں کو فون کر چکا تھا اور اب انھیں انتظار تھا مجرم کا۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔ انتظار کے یہ لمحات کاٹے نہیں کٹ رہے تھے۔ آخر خدا خدا کرکے سڑک کی طرف ایک کار کے رُکنے کی آواز سُنائی دی۔ وہ چوکنے ہو گئے۔ مکان کے راستے سے ہٹ کر چھپے ہوئے تھے، اس لیے یہ خطرہ نہیں تھا کہ آنے والا انھیں دیکھ لے گا، پھر انھوں نے قدموں کی آواز سُنی۔ اور جب آواز ان کے قریب سے گزر گئی تو وہ بھی آگے سرکنے لگے۔ یہاں تک کہ تاریکی میں ڈوبا ہوا مکان انھیں دکھائی دینے لگا۔

آگے جانے والے شخص کے ہاتھ میں ایک پنسل ٹارچ تھی، وہ اس کی مدد سے راستہ دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ مکان کے دروازے

تک پہنچ گیا، لیکن دروازہ تو اندر سے بند تھا، اس نے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر دیکھا اور مکان کا چکر لگانے لگا۔ دوسری طرف اسے ایک پائپ نظر آیا۔ اس نے جوتے اتارے اور پائپ پر چڑھنے لگا۔

"فاروق! جونہی یہ چھت پر پہنچے۔ تم بھی چڑھنا شروع کر دینا اور دروازے پر پہنچ کر اسے کھول دینا۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔ جونہی وہ شخص چھت پر پہنچا، اس نے چڑھنا شروع کر دیا۔

"آؤ بھئی۔ دروازے پر چلیں۔"

دو منٹ بعد دروازہ کھلا اور وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوئے۔ ایک کمرے میں انہیں روشنی نظر آئی۔ وہ اس سمت میں بڑھنے لگے۔ دروازے پر پہنچتے ہی انھوں نے سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا:

"میں پہنچ گیا ہوں جبار۔ تم نے بچنے کی کوشش تو بہت کی، لیکن شاید تمھارا ستارہ گردش میں آ چکا تھا۔"

"ل۔ ل۔ لیکن۔ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"بس اسے ایک اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے۔ اب ان باتوں کا کیا فائدہ۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"



"ل۔ لیکن میرا قصور؟" جبار علی نے کانپ کر کہا۔

"کوئی نہیں، لیکن تم میرا راز تو ظاہر کر ہی سکتے ہو۔"

"آپ کے راز کو راز رکھنے کے لیے ہی تو میں یہاں آ چھپا ہوں، کیونکہ انسپکٹر جمشید میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہاں تک بھی میں ان کی مہربانی سے ہی آیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ان کے اسسٹنٹ نے انہیں فون کیا تھا، لیکن اتفاق سے نمبر مل گیا میرا۔ اسسٹنٹ انہیں اطلاع دے رہا تھا کہ تم کہاں چھپے ہوئے ہو۔ بس میرا کام بن گیا، میں تو خود حیران تھا۔ تم کہاں غائب ہو گئے۔ لو اب میٹھی نیند سو جاؤ۔ قیامت تک تمہیں کوئی نہیں جگائے گا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے دروازے کو ایک ٹھوکر ماری۔ وہ کھل گیا۔ ساتھ ہی آنے والے نے پلٹ کر فائر کیا، لیکن وہ سب تو پہلے ہی زمین پر گر چکے تھے، کیونکہ جانتے تھے۔ جواب میں ان پر فائر ضرور کیا جائے گا۔ انسپکٹر جمشید اس وقت تک لڑھک کر اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ دوسرا فائر کر سکتا۔ ان کے دونوں پیر اس کے پیٹ پر لگے اور وہ الٹ گیا۔ اب انسپکٹر جمشید نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اس پر چھلانگ

لگائی اور پستول والے ہاتھ پر ہاتھ جما دیا۔ اس نے ان کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ انھوں نے ایک زور دار مُکا اس کی کنپٹی پر دے مارا۔ پستول پر اس کی گرفت یک دم ڈھیلی پڑ گئی اور انھوں نے پستول اس کے ہاتھ سے نکال لیا۔ ایسے میں جبار علی نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی، لیکن منہ کے بل گرا۔ فاروق نے بلا کی تیزی سے آگے بڑھ کر اپنی ٹانگ اڑا دی تھی۔

"بھئی ذرا دیکھ کر تو بھاگو۔" اس نے شوخ آواز میں کہا۔

جبار علی نے ایک بار پھر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی، لیکن۔ محمود نے اُچھل کر سر کی ٹکر اس کے سینے پر رسید کر دی۔ وہ اُلٹ کر گرا۔ اُدھر سے اس کا ساتھی اٹھ کر انسپکٹر جمشید کی طرف جھپٹا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے ایک جھکائی دی اور دائیں طرف سرک گئے، نتیجہ یہ کہ جبار علی اور وہ زور سے ٹکرائے اور دھڑام سے گر پڑے۔

"یہ کیا۔ اب آپس میں ہی لڑنا شروع کر دیا۔ وحشت ہیرے کی۔" فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

"فاروق! ہوش کے ناخن لو۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔



"کیوں کیوں۔ میں نے کیا کیا ہے؟"

"وحشت ہیرے کی کہا ہے۔ اس سے زیادہ اور تم کیا کرو گے۔ محمود کو اتنا حق تو نہ مارو۔"

"اوہ ہاں واقعی۔"

"بس بھئی۔ اب ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ تھک جاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ انھوں نے دیکھا، جبار علی کے ساتھ شاکر نعیمی کھڑا تھا:

"تو یہ تم ہو مسٹر شاکر نعیمی۔ کمال ہے۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"خان علا کا دوست، لیکن ابا جان۔ یہ حضرت اپنے دوست کے کاغذات کیوں چرانا چاہتے تھے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تو کاغذات دیکھ کر ہی پتا چلے گا۔ یہ صاحب اپنے منہ سے تو کچھ بتائیں گے نہیں۔"

"بالکل ٹھیک ابا جان۔"

وہ انھیں لے کر واپس روانہ ہوئے۔ شاکر نعیمی کے گھر پہنچے، گھر کی تلاشی لی گئی۔ آخر تجوری سے وہ کاغذات مل گئے۔ جن کی خاطر اس قدر ہنگامہ ہوا تھا۔

انسپکٹر جمشید نے ان کاغذات کا مطالعہ شروع کیا ہی تھا کہ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں — ہر لمحے ان کی حیرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ ایک ایک کرکے تمام کاغذات پڑھ ڈالے، آخر انھوں نے کانپتی آواز میں کہا:

"اُف خُدا! یہ تو بہت سنسنی خیز معاملہ ہے۔"

"خُدا کا شکر ہے — صرف سنسنی خیز ہی ہے — ورنہ یہ تو اور بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔" فاروق گنگنایا۔

"آؤ چلیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو کیا ابھی چلنا باقی ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا—

"ہاں بھئی — اس کے بغیر کام کیسے چلے گا — چلنا ہی ہو گا۔"

ایک بار پھر وہ روانہ ہوئے اور خان عطا کی کوٹھی تک پہنچے — گھنٹی بجائی گئی — جلد ہی دروازہ کھلا اور خان عطا کی آواز سنائی دی — ان سب کو دروازے پر دیکھ کر ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا:

"خیر تو ہے — آپ سب کو رات کے اس وقت — اور میرے دوست نعیمی — تم بھی۔"



"جی ہاں! آپ کے دوست بھی ہمارے ساتھ ہیں — آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ آپ کے کاغذات دراصل انھوں نے چوری کرائے تھے۔"

"کیا؟" خان عطا بلند آواز میں چلا اُٹھے۔

"جی ہاں! دیکھ لیجیے — ہم آپ کے چور کو پکڑ لائے ہیں۔"

"نہیں — نہیں — یہ نہیں ہو سکتا۔" خان عطا نے کانپ کر کہا—

"یہ نہیں ہو سکتا — کیوں نہیں ہو سکتا — شاکر صاحب آپ کے سامنے تو موجود ہیں — پوچھ لیجیے ان سے — انھوں نے ہی کاغذات ماجد انصاری اور جبار علی کے ذریعے چوری کرائے تھے یا نہیں — کیونکہ یہ لوگ تجوریاں کھولنے کے ماہر تھے۔"

"یہ — یہ میں کیا سن رہا ہوں نعیمی؟" خان عطا نے روتی آواز میں کہا۔

"تم نے ٹھیک ہی سنا ہے میرے دوست، لیکن افسوس صرف اتنا ہے کہ میں نے یہ کام ملک اور قوم کے لیے نہیں، اپنے لیے کر ڈالا، حالانکہ مجھے کرنا یہ چاہیے تھا کہ یہ کام ملک اور قوم کے لیے کرتا۔ انسپکٹر جمشید یا ان جیسے کسی محب وطن

کو اطلاع دیتا کہ خان عطا دراصل کیا ہے۔ کیا کرتا رہا ہے اور اب ملک چھوڑ کر کیوں جا رہا ہے۔"

"کیا مطلب!" محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور اکرام کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! اب شاکر نعیمی نے ٹھیک بات کی ہے، لیکن عقل بہت دیر بعد آئی۔ جب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاکر لالچ میں آگیا تھا۔ اس نے سوچا تھا۔ خان عطا سے کسی بہت بڑی رقم کا مطالبہ کرے گا۔ اور رقم لے کر کاغذات انہیں واپس دے دے گا، لیکن مشکل یہ پیش آگئی کہ اس معاملے میں ہم دخل دے بیٹھے۔" وہ کہتے چلے گئے۔

"آخر ان کاغذات میں کیا ہے جمشید؟" خان رحمان نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"تم نے بتایا تھا خان رحمان کہ خان عطا بھی کسی زمانے میں فوج میں تھے، یہ دشمن کی قید میں چلے گئے تھے۔ واپسی پر انہیں ریٹائر کر دیا گیا، لیکن کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دشمن ملک نے ان کے ذہن کی سکریننگ کر دی تھی۔ دوسرے لفظوں میں انہیں اپنا



جاسوس بنا کر واپس بھیج دیا تھا۔ خیر تو ہماری حکومت نے عقلمندی کی کہ انہیں فوج میں نہیں رہنے دیا، لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ دشمن ملک کے لیے جاسوسی کرتے رہے اور اس کا ثبوت یہ کاغذات ہیں۔ اس وقت تک یہ نہ جانے کتنے راز دشمن ملک کے حوالے کر چکے ہیں۔ اور شارجہ کے بنک میں رقوم وصول کرتے رہے ہیں۔ اور وہاں اپنے لیے ایک ہوٹل بھی تعمیر کرا چکے ہیں۔ دشمن ملک کی طرف سے انہیں اشارہ ملا ہو گا کہ اب انہیں ان کی مزید خدمات کی ضرورت نہیں، لہٰذا انھوں نے بھی سوچا، اب اس ملک میں رہ کر کیا کریں گے۔ جانے کا پروگرام بنا لیا۔ یہ ہے کل کہانی۔"

"لیکن ابا جان۔ شاکر نعیمی کا کیا پروگرام تھا؟"

"وہ ان کاغذات کے بدلے میں ان کی یہ کوٹھی، تمام جائیداد اور نقدی وغیرہ حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ خوشبو کی بات رہی جاتی ہے۔ انھوں نے خوشبو خان عطا کی لگا لی ہو گی۔ اور ہاں۔ تصویر والا معاملہ۔ میں نے اندازہ لگایا ہے۔ لیکن اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال اندازہ یہ ہے کہ ماجد انصاری یا فرغام کو اپنی تصویر آتش دان پر رکھ کر پھر خود ہی حیرت ظاہر کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ تاکہ بعد میں اسی کو خان عطا کے پاس بھیج کر سودا طے کیا جائے۔ شاکر نکل کر اپنے دوست کے

سامنے نہیں آنا چاہتا تھا۔ تصویر والے آدمی کو دیکھ کر خان عطا کو یقین ہو جاتا۔ کہ کاغذات واقعی اسی کے پاس ہیں لہٰذا اس سے سودے کی بات کی جا سکتی ہے۔ یہ ہے کُل کہانی۔ کیوں شاکر صاحب۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں۔"

"نہیں۔ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ میری عقل پر پردے پڑ گئے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ ان کاغذات کو پڑھ کر دیکھ لیا تھا۔ اس روز خان عطا مجھے کمرے میں چھوڑ کر کہیں چلے گئے تھے۔ اور تجوری بند کرنا بھول گئے تھے۔ میری نظر ان کاغذات پر پڑ گئی اور میں پڑھنے لگا۔ اسی روز مجھے معلوم ہوا، میرا دوست دراصل کیا ہے۔"

"کاش! آپ جرم کا راستہ اختیار نہ کرتے۔ بلکہ یہ اطلاع ملک اور قوم کے کسی محافظ کو دے دیتے کہ خان عطا کیا کر رہے ہیں۔"

"لالچ آدمی کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔" شاکر نعیمی نے مُردہ آواز میں کہا۔

ان کے چہرے جھک گئے۔ اکرام ان کی طرف بڑھنے لگا۔

"آخر یہ معاملہ بھی انجام کو پہنچ ہی گیا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ فرزانہ کو اپنے دماغ کی چولیں ہلانے کا موقع خوب ہاتھ آیا تھا اور اس نے ہلائیں بھی بہت۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔



"اور تمہارا اپنے دماغ کی چولوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بس کچھ نہ پوچھو۔ ابھی تک ان کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔" فاروق بولا۔

"لیجیے انکل۔ اب دماغ کی چولوں کے بھی جوڑ ہونے لگے۔ ہے کوئی تُک۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا اور وہ مسکرا دیئے۔

---

# "جُرم کا راستہ"
# کا
# انعامی سوال

س: ماجد انصاری کا یہ بیان کہ تجوری کھولنے کے وقت اُس نے قدموں کی آہٹ سُن لی تھی، غلط تھا یا دُرست؟

○

-/۲۵۰ روپے کا نقد انعام، موصول ہونے والے تمام دُرست جوابات کی قرعہ اندازی کرکے، پانچ جوابات میں برابر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ آپ کے جوابات ہر ماہ کی بیس تاریخ تک وصول کیے جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پرزے استعمال نہ کریں۔ ہر کاغذ پر اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں، ورنہ مقابلے میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔

(ادارہ)



## آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۴۲

# ستاروں کا کھیل

معنف: اشتیاق احمد

○ انسپکٹر جمشید کو ایک پُر اسرار فون موصول ہوا۔
○ فون پر ایک خوفناک اطلاع دی گئی تھی۔
○ لیکن فون نامکمل تھا۔
○ انسپکٹر جمشید اس جگہ تک کیسے پہنچے۔ جہاں سے فون کیا گیا تھا۔ آپ بے ساختہ مسکرائیں گے۔
○ محمود، فاروق اور فرزانہ پوری طرح میدان میں، لیکن وہ مجرم کو نہ جان سکے۔

قیمت: چھ روپے

## آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز — ۱۴۳

# سیاہ فام

— مصنف: اشتیاق احمد —

○ اسے ایک حیرت انگیز خط موصول ہوا —

○ اس خط کے ساتھ دو چیزیں اور بھی تھیں —

○ خط کی تحریر نے اسے کن حالات سے دوچار کیا —

○ انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ اس مرتبہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی آ رہے ہیں —

○ خان رحمان کا پروگرام کیا تھا — آپ مسکرائے بغیر نہیں رہیں گے —

○ لیکن — پروگرام کا کیا بنا —

ایک عجیب داستان —

قیمت: چھے روپے



## آئندہ ناول کی ایک جھلک

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز — ۴۲

# خُون کا ہنگامہ

— مصنف: اشتیاق احمد —

○ خون کے ہنگامے کی بُو آفتاب نے سونگھی تھی —

○ لیکن یہ ہنگامہ بہت خوفناک نکلا —

○ اتنا خوفناک کہ انسپکٹر کامران مرزا کو ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑا —

○ ایک ایسے مجرم کی کہانی جسے وہ مجرم ثابت ہونے کے بعد بھی گرفتار نہیں کر سکے —

○ اس مجرم کا سفارشی کون تھا — انسپکٹر کامران مرزا اس آدمی کا نام جاننے کے لیے بے چین تھے — کیا اس کا نام انہیں معلوم ہو سکا —

○ ایک جوڑ توڑ والی کہانی —

قیمت: چھے روپے

## آئندہ ناول کی ایک جھلک

شوکی سیریز ۲۵

# گوبند فیملی

مصنف : اشتیاق احمد

- اس بار کیس انھیں بذریعہ فون ملا —
- لیکن ساتھ ہی جلال نُور کی دھمکی بھی ملی ، خبردار اس معاملے میں ہاتھ نہ ڈالنا —
- اس دھمکی کے باوجود وہ کیس حل کرنے پہنچ گئے —
- جلال نُور نے ان کا راستہ روک لیا اور حوالات تک لے گیا —
- گوبند محل میں کیا ہو رہا تھا ، ڈاکٹر گوبند نے انھیں کیوں بلایا تھا —
- ان چاروں نے چھلانگیں لگائیں تو ان پر کیا بیتی —

ایک حیرت انگیز کہانی —

قیمت : چھ روپے



# کیا آپ کے پاس

## اشتیاق احمد کے تمام ناول موجود ہیں

- جو بچے اس بات کے دعوے دار ہیں ، وہ بذریعہ خط اطلاع دیں —
- اگر ان کے پاس قریب قریب تمام ناول موجود ہیں ، لیکن چند ایک نہیں ہیں تو ان کے نام بھی لکھ دیں —
- جن بچوں کے پاس تمام ناول موجود ہوں گے ، اشتیاق احمد انھیں اپنی طرف سے ایک خوبصورت تحفہ پیش کریں گے —
- پہلی فرصت میں خط لکھیں —

# لاہور کے پروگرام

## کی

مکمل کارروائی آئندہ ماہ کے ناولوں میں سے کسی ایک میں شائع کی جا رہی ہے۔ اس موقعے پر لی گئی تصاویر اور دوسری تفاصیل بھی شائع کی جائیں گی۔

اس رنگارنگ پروگرام میں کیا کچھ ہوا، قارئین نے کس کس انداز سے حصہ لیا، بچوں اور بڑوں نے **اشتیاق احمد** سے کیا کیا سوالات کیے اور **اشتیاق احمد** نے ان سوالات کے کیا کیا جوابات دیے۔ یہ سب کچھ آپ کے لیے دلچسپی کا موقع ثابت ہوگا۔

(ادارہ)



# خطوط کے آئینے میں

پہلے تین اور آخری خط انعامی قرار پائے۔ پچیس روپے فی کس انعام روانہ کیا جا رہا ہے۔

◎

محترم اشتیاق احمد، السلام علیکم۔

خاص نمبر، جب معمول اور تاریخ سے پہلے آگیا، پھر نہ جانے ہیں تاریخ کو اعلان کیوں کیا جاتا ہے۔ اتنا تندرست اور توانا ناول حلق سے اتارنے اور پھر ہضم کرنے کے لیے دواؤں کا بار الگ اٹھانا پڑا، پھر اس خیال نے اسے ہضم کرنے میں مدد دی کہ جس نے ہمارے لیے یہ کرشمہ لکھوا، وہ بھی یقیناً نہیں بچ سکے گا۔ بہرحال خاص نمبر کی صورت میں ایک اچھی تفریح حاصل ہوئی، جس کے لیے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جب سے آپ کو خط لکھنے شروع کیے، میرے نام کے ساتھ بہت ظلم ہو رہا ہے، حبیب احمد سے حبیب احمد بنا دیا گیا، پھر حبیب احمد لکھا گیا، اب تو پتا چلا بس ایک نام رہ گیا ہے اور وہ ہے آسیب۔ پہلے بھی ایک مرتبہ اپنے نام کے بچے بتاتے تھے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اگر کوئی ایک بات ہوتی تو میں خیال کرتا کہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی ہوگی، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا کا پورا خط

ایک کان سے پڑھ کر دوسرے سے کس طرح نکال دیا ہوگا۔ اگر ایسا کیا گیا تو پھر اس شعبے میں میں آپ کی شاگردی میں آنا قبول کروں گا۔ خاص نمبر کے آخر میں فاروق احمد کے خط پڑھ کر ذہن میں آپ والا ہی سوال اُبھرا کہ ان کا مذہب کیا ہے۔ کسی اچھے اور سلجھے ہوئے مسلمان کے یہ الفاظ ہرگز نہیں تھے۔ مخلص

صہیب احمد فاروقی۔ ۲۷/۱ کورٹ روڈ، گجرات

---

ڈیئر انکل اشتیاق احمد، السلام علیکم۔

خاص نمبر جزیرے کا سمندر پڑھا، پڑھ کر محسوس ہوا، ہم مکمل طور پر پاگل ہو چکے ہیں، کیونکہ لگاتار چار پانچ گھنٹوں میں ختم ہونے والے نمبر نے ہمارے ہوش اُڑا دیے، ہوش گم کر دیے، آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کس پاگل سے واسطہ پڑا ہے، جو میرے ہوش گم کرنے کی فکر میں ہے، مگر آپ پریشان نہ ہوں، پاگل پن کا مرض مجھے آپ کی کتابیں پڑھ کر لگا ہے۔ ۲۰۰ سے زائد کتابیں پڑھنے کے بعد کیا کوئی انسان، انسان رہ سکتا ہے اور وہ بھی ایسی کتابیں جن کو پڑھ کر انسان زمین کی بجائے آسمان پر اُڑتا ہوا جزیرے کے سمندر تک پہنچ جائے۔ آخر میں انڈیا کی قوم سے مشابہت رکھنے والی حقیقی قوم کے جلسے میں داخلہ بے حد اچھا لگا، آپ ہر کتاب کے آخر میں اسی قسم کی باتیں ضرور لکھا کریں۔ یہ باتیں ان مٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ فقط

پرویز احمد ۱۱۶۲/ لوئر فلور ڈرگ کالونی ملیر [illegible]



نزد پوسٹ آفس کراچی نمبر ۱۵

---

ڈیر انکل،

خوش رہو اور ناول لکھتے رہو، قیمت بڑھاتے رہو، نقصان اٹھاتے رہو۔ آداب، امید ہے آپ خیریت سے نہیں ہوں گے، کیونکہ اس خاص نمبر کو پڑھ کر کوئی بھی ٹھیک نہیں رہ سکتا، نہ پڑھنے والا نہ لکھنے والا۔ ابھی تو آپ کو صرف عینک لگی ہے، اگر کہیں آپ اپنا یہ ناول کسی سے سُن لیں تو کانوں کا آلہ بھی لگانا پڑے گا۔ میرے چھوٹے بھائی نے ناول کے آخر میں آپ کی تصویر دیکھی تو کہنے لگا کہ یہ تصویر اس کہانی کے مجرم کی ہے۔ اب ہم اسے کیا کہتے، فاروق تو تھے نہیں کہ ترنت جواب دیتے۔ آپ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ آپ نے پہلے رومانی ناول لکھا تھا تو کیا اب آپ عمر کے اس درجے میں ہیں کہ بچوں کے ناول لکھنے لگے۔ یہ ناول بھی پسند آیا۔ آپ کی اوٹ پٹانگ کہانیوں کی طرح ہمارا اوٹ پٹانگ خط ختم ہوا۔

محمد آصف ملک B-۳۰۶، اشرف نگر، پاپوش نگر کراچی ۱۸۔

---

محترم انکل اشتیاق، السلام علیکم۔

امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ آپ سے ایک درخواست ہے میرا یہ خط ضرور شائع کر دیں، کیونکہ میرا ایک دوست مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔ میں کراچی گیا ہوا تھا، اسی دوران وہ کہیں چلا گیا —

پچھلے ماہ گزر گئے ۔ اس کا کوئی خط بھی موصول نہیں ہوا ۔ ادھر ہم نے
بھی گھر بدل لیا تھا ، اب نہ میرا پتا اس کے پاس ہے ، نہ اُس کا
میرے پاس ۔ آپ کے ناولوں کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرنے کا خیال
ذہن میں آیا ، کیونکہ میری طرح وہ بھی آپ کے ناول پڑھتا ہے ، آپ کی
یہ نیکی زندگی بھر نہیں بھولوں گا ۔ خط شائع کرنے کا اگر کوئی معاوضہ ہو تو
لکھ دیں ، بھیج دوں گا ۔ شکریہ ! فقط :

علی مردان معرفت المرتضیٰ بک سنٹر نیو گھڑی بازار ، گلگت

اق : خط شائع کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں ، خدا کرے آپ کو آپ کا
دوست مل جائے ۔ آمین ۔

---

انکل اشتیاق احمد ، السلام علیکم ۔

دسویں خاص نمبر کے لیے تین چکر لگانا پڑے ، دو دن میں ختم
کیا ، اچھا لگا ، لیکن آخر میں فاروق احمد کے خط پڑھ کر بہت افسوس
ہوا ۔ شاید انھوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا ، سیرت طیبہ کا مطالعہ
بھی نہیں کیا ، میری خواہش ہے آپ ایسے ہی ناول لکھیں ۔ اللہ آپ
کے دماغ کو کمپیوٹر کی سی تیزی دے ۔ آمین ۔ آپ سے ملاقات کے لیے
دل بے قرار ہے ۔ فقط :

علی اصغر مکان نمبر ۱۳۵ ، گلی نمبر ۲ ، دہلی کالونی ، گزری روڈ
کراچی ۶ ، (زون نمبر ۱)

---



پیارے انکل اشتیاق ، السلام علیکم ۔

اس موسم کا تازہ خاص نمبر لکھنے پر مبارک باد قبول فرمائیں ، صحیح معنوں
میں جاسوسی محسوس ہوا ۔ آپ کے تمام پرانے ناولوں سے بہتر ہٹ قرار دیا
جا سکتا ہے ، اس نے تو شیطان والے خاص نمبر کو بھی مات کر دیا ۔ سب
سے بڑھ کر یہ کہ اس مرتبہ تمام کرداروں سے انصاف کیا گیا ، اب شاید
ہی کوئی یہ کہہ سکے کہ اس میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ۔

خاص نمبر کا سارا لطف اس وقت خاک میں مل گیا جب مسٹر فاروق
احمد کا سیرا دیوی کے بارے میں تجزیہ پڑھا ، حیرت ہے ، کسی جنید جمالی
کے دل میں تو ناول پڑھ کر اس قسم کا احساس نہیں جاگا ۔ فقط

عابد کریم معرفت پی اے ٹو پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور

---

پیارے انکل ، آداب !

علامہ اقبال ٹاؤن آصف بلاک میں بک پوائنٹ والوں کی طرف سے
ملاقات طے پائی ، ہم مقررہ وقت پر پہنچے ، پہلے تو آپ کو پہچانا ہی
نہیں ، کیونکہ آپ کی تصویر اور آپ میں زمین آسمان کا فرق تھا ۔ یہ دیکھ کر
بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے داڑھی رکھ لی ہے جو کہ سنت رسول ہے ،
لیکن دکھ تھا کہ آپ گھر سے دور ہیں ۔ نہیں آ رہے ہیں ، لیکن ہم سوال کا
جواب الٹا سیدھا دیا ۔ فقط :

عاصم داب معرفت سب پوسٹ ماسٹر ، ٹاؤن شپ لاہور

نزد خضری مسجد، لاہور

جواب: ایسی تو کوئی بات نہیں، ہاں جوابات چٹ پٹے ضرور دیتا رہا۔ جو آپ کو اُلٹے سیدھے لگے۔ کارروائی آئندہ ماہ شائع ہو رہی ہے۔ قارئین فیصلہ کر دیں گے۔

---

پیارے بھیا اشتیاق، السلام علیکم—

خاص نمبر اپنی شان آپ تھا، لیکن جلد بندی ناقص تھی۔ اس کے علاوہ فاروق احمد کے خط پڑھنے کو ملے۔ ان کے ساتھ بھی 'ہیرا دیوی' میں امجد امیر والا معاملہ ہے۔ ان کا یہ سوال کہ لوگ مذہب کے نام پر کیوں لڑتے ہیں، عجیب ہے۔ پھر کس مقصد کے لیے لڑا جاتا ہے اور ان کا یہ کہنا بھی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ کوئی اور نبی پیدا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں فرق آ جائے گا (نعوذ باللہ)۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، کیونکہ آپ ختم الرسل ہیں۔ اس لیے ہم کسی دوسرے کو نبی تسلیم کر ہی نہیں سکتے۔ خاص نمبر کے سلسلے میں تبصرے کا ارادہ تھا، لیکن فاروق صاحب کے خطوط نے اس قابل نہ رہنے دیا۔ اللہ کے دیے ہوئے قانون سے سوشلزم اور کمیونزم کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

محمد اسحاق، وارڈ نمبر ۲، محلہ سید پور، تحصیل تلہ گنگ، ضلع اٹک

---



اچھے بھیا، السلام علیکم—

کل جزیرے کا سمندر خریدا۔ ناول پڑھ کر جس قدر خوشی ہوئی، اتنا ہی رنج ایک برائے نام مسلمان کا خط پڑھ کر ہوا۔ ان سے عرض ہے کہ انسانیت کا تعلق انسانوں سے ہے، لہٰذا یہ وحدانیت سے افضل نہیں۔ رام، بھگوان، گاڈ انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانیت بعض حالات میں عبادات پر افضل ضرور قرار دی گئی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے وحدانیت پر ترجیح دی جائے۔ مسلمانوں کا ٹھکانا اسرائیل اور ہندوستان نہیں، ذرا یہ بتائیے، ہمارے یہاں کبھی کسی مندر کو آگ لگائی گئی، ہندو بھائیوں کے مذہبی تہواروں پر فسادات کیے گئے، لیکن اس کے برعکس...!

بھیا اشتیاق، آپ کے ناولوں نے میرے اندر کے مسلمان کو جس طرح بیدار کیا ہے، خدا آپ کو اس کی جزا دے گا۔ "جزیرے کا سمندر" تو سمندر کی طرح گہرا نکلا۔ ۹۹ صفحہ غائب تھا۔ اب یہ الجھن ہے کہ آپ کون سا مجرم سامنے لائیں گے۔ خط کا جواب جلدی دیں۔

آپ کی ایک بہن۔ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

---

پیارے بھائی، السلام علیکم—

خاص نمبر کے آخر میں مسٹر فاروق احمد کا خط پڑھ کر مجھے ایک پاکستانی ہونے کے ناطے بہت دکھ ہوا۔ یقین نہیں آتا کہ کوئی پاکستانی ایسا

ذہن کا مالک بھی ہو سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے: اندرا گاندھی آزاد خیال
تھی، شاید انھیں معلوم نہیں کہ جب مشرقی پاکستان الگ ہوا تھا تو اندرا
نے کہا تھا، آج ہم نے مسلمانوں کا ایک ہزار سالہ غرور توڑ دیا۔ یہ ہے
آزاد خیالی۔ ۱۹۷۱ء میں ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ کیا ہوا،
کون نہیں جانتا، شاید فاروق صاحب ہی نہیں جانتے۔ مسلمانوں کو
اندرا کے زمانے میں کیا مل گیا جو اس کے مرنے پر قدر معلوم ہو گی۔ ساتھ
ہی تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو تبلیغ کرنے پر ہندوستان میں مار دیا جاتا
ہے۔ اور شاید فاروق صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکر بھیجا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال
ہو گیا اور یہ کام حضرت ابوبکر نے کیا۔ فاروق صاحب لکھتے ہیں کہ لوگ
مذہب کے نام پر کیوں لڑتے ہیں، تو پھر وہ آپ سے کیوں لڑ رہے ہیں،
جواب دیں۔

محمد نعیم ۹-ے-۱، رضوان سٹریٹ، غوثیہ پارک، اچھرہ، فیروزپور روڈ، لاہور

---

پیارے انکل مشتاق، السلام علیکم۔
خاص نمبر پڑھا، بہت اچھا تھا۔ خریدا چھوٹے بھائی نے تھا، سب
سے پانچ پانچ روپے کرایہ وصول کیا، ہے نا ظلم۔ اس کے پاس آپ کا
ملاقاتی کارڈ بھی ہے، ملاقات کے چکر میں ہے۔ خاص نمبر پڑھ کر
بہت مزا آیا۔ لیکن فاروق صاحب کے خط پڑھ کر اتنا غصہ آیا کہ بیان سے
باہر ہے۔ انھوں نے پاکستانیوں کو امریکی چمچے کہا ہے۔ تو پھر وہ خود



روس اور ہندوستان کے پیچھے ہوں گے۔ انکل، آپ ایسے خطوط شائع
کیا کریں۔ بہت غصہ آتا ہے۔

انشاں ! (پتا نہیں لکھا)

جواب: اس قسم کے خطوط خطرے کی گھنٹی کے طور پر قبول کر لیا کریں۔ آپ کو
خطرات سے آگاہ کرنا میرا فرض بنتا ہے۔

---

جناب مشتاق احمد، السلام علیکم۔
جزیرے کا منظر میں فاروق احمد صاحب کے خط پڑھے، بہت افسوس
ہوا۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی شاید اسی وجہ سے ہے۔ یعنی اب ہم مسلمانوں
کے ایمان اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ ہم خود اسلام دشمن عناصر کی
باتوں کی تائید کرتے ہیں۔ کیا ایسا کر کے ہم اسلام کے علمبردار کہلانے کے لائق نہیں
رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ہمارے اعمال
پیش ہوں گے، اس وقت کیا گزرے گی ہم پر۔ یہ سوچ لینا چاہیے۔

محمد کامران علیم، مکان نمبر ۴۷۲ - آر ٹاؤن سیکٹر ۱۱-۶/۱
شمالی کراچی۔ ۳۶

---

ڈیئر انکل مشتاق، السلام علیکم۔
خاص نمبر اپنی مثال آپ تھا۔ آپ نے اس میں جاسوسی، مزاح،
سسپنس اور فائٹ کو اس طرح نچوڑ کیا کہ مزا آ گیا۔ شوکی برادرز نے

بھی خوب ہاتھ دکھائے۔ تمام کرداروں کے ساتھ انصاف کیا گیا۔ آغاز میں احادیث پڑھ کر سکون ملا۔ ٹائٹل سمجھ سے باہر تھا۔ خاص نمبر کے آخر میں "میرا دیوی" پر تنقید بہت بُری لگی۔ فاروق احمد صاحب کا خط پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ ان کے مقابلے میں اپنے ہندو بھائیوں ہری چند اور سنیل کمار صاحبان کے خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ انھوں نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا۔ خاص طور پر بھائی ہری چند صاحب کی حقیقت پسندی نے بہت متاثر کیا۔ انھوں نے میرا دیوی کو بُرا بہت قرار دیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاروق احمد صاحب کو نیکی اور سچائی کا راستہ دکھائے۔ آمین۔ فقط:

عدیل مختار ۹-A بلاک ۔ 17 ایف بی ایریا۔ کراچی ۔ 38

---

اشتیاق احمد، السلام علیکم —

خاص نمبر ملا، پڑھا، بہت پسند آیا، سارے مجرم ختم ہو گئے۔ یہ خاص نمبر گذشتہ تمام خاص نمبروں سے بازی لے گیا۔ آخر میں چند خطوط پڑھ کر بہت رنج ہوا۔ آپ نے تو ان ناولوں میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی —

فقط آپ کا مداح:

نادر ماجد فاروقی۔ مکان نمبر A/12 ۱۰۱ جامع مسجد روڈ،
میر آباد۔ حیدرآباد۔ سندھ

---



پیارے انکل اشتیاق احمد، السلام علیکم —

آپ کا خاص نمبر ملا۔ "دنیا کے قیدی" سے بھی بازی لے گیا۔ خط شائع کرنے کا بھی شکریہ۔ خاص نمبر میں کچھ غلطیاں بھی تھیں، جو بعد میں لکھ کر بھیجوں گا۔ آخر میں ایک خط پڑھ کر بہت دکھ ہوا، میری آپ سے درخواست ہے کہ خطوں کے پتے شائع کیا کریں، لیکن یہ مشورہ دے کر میں نے غلطی کی، کیونکہ آپ تو ہمارے خط پڑھتے ہی نہیں۔ آپ تو بہت مصروف آدمی ہیں، یہ تو آپ کے اسسٹنٹوں کا کام ہے، آپ تو صرف دستخط کرتے ہیں اور بس۔ فقط آپ کا دعاگو

قاری:

سنیل کمار، ٹاوانی، کندھ کوٹ، سندھ

ج: اگر میں سب خط نہیں پڑھتا تو پھر آپ کا پہلا خط اور یہ خط شائع کس طرح ہو گیا۔ اسسٹنٹ صرف جواب دینے کے لیے نہیں۔ تمام خط میں خود پڑھتا ہوں اور پھر جواب بھی میں ہی لکھتا ہوں۔

---

پیارے بھائی جان، السلام علیکم —

خاص نمبر، واقعی خاص تھا۔ پڑھ کر خاص طرح کے احساسات پیدا ہوئے۔ دو باتیں بھی خاص تھیں۔ اور یہ دو رنگا ناول ہمیں بھی دو رنگا کر گیا۔ آپ کے اس ناول کو جاسوسی ادب کا نگین نمونہ کہنا چاہیے۔ ناول آپ کے پرانے انداز و اطوار کو ظاہر کرتا ہے۔ انداز بیان میں سادگی اور شستگی نے لطف کو دوبالا کر دیا۔ خصوصاً محاورات